

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (الحشر: ۱۰)  
اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو  
جو ہم سے پہلے ایمان لائے (کنز الایمان)

# ایصالِ ثواب کی تحقیق

تالیف

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز احمد آباد گجرات  
نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضا دارۃ شرعیہ گجرات (احمد آباد)

ناشر

غوث الوری اکیڈمی کلیان

## جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب :	ایصال ثواب کی تحقیق
تالیف :	مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
نظر ثانی :	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی
تصحیح :	مفتی ولی اصغر وحیدی
کمپوزنگ :	طلبہ دارالعلوم شیخ احمد کھٹوسر خیز احمد آباد گجرات
ایڈٹنگ :	مولانا محمد عسجد رضا قادری دینا چپوری
	(ساکن و پوسٹ ڈیپارٹمنٹ، تھانہ گوالپوکھر، ضلع اتر دینا چپور بنگال)
پروف ریڈنگ :	طلبہ شعبہ تحقیق فی الفقہ دارالعلوم شیخ احمد کھٹوسر خیز احمد آباد
تعداد :	۱۱۰۰
تاریخ اشاعت :	۲۵/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ / ۳۰ دسمبر ۲۰۱۳ء
زیر اہتمام :	دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز (بڑی درگاہ) احمد آباد گجرات

### ملنے کے پتے

- (۱) دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز احمد آباد گجرات (۲) عزیز لائبریری جنتا ہاٹ بانسی پورنیہ بہار  
(۳) الجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی (۴) خواجہ بک ڈپو اردو بازار میا محل دہلی  
(۵) الجامعۃ الرضویہ نیل بازار کلیان تھانہ مہاراشٹر (۶) قادری کتاب گھر چریا چوک بانسی پورنیہ

### مؤلف سے رابطے

Email: azhar.misbahi1@gmail.com Mob: 09510177400

Darul Uloom Shaikh Ahmed Khttu Sarkhez(Badi Dargah) Maqraba

Asja PO.Asja Mobaiya Via Baisi Dist Purnea

## ”فہرست ذیلی عناوین ”ایصال ثواب کی تحقیق“

شمار نمبر	موضوعات	صفحہ نمبر
۱	فہرست	۳
۲	شرف انتساب	۵
۳	خراج عقیدت	۶
۴	عرض ناشر: مولانا مسعود رضا قادری	۷
۵	حدیثِ دل: مؤلف	۸
۶	دعائیہ کلمات: شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی	۱۲
۷	تقریظ: محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی	۱۳
۸	تقدیم: فقیہ اہل سنت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی	۱۵
۹	تبریک: مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی	۱۷
۱۰	مشاہدات: ادیب شہیر مولانا ممتاز عالم مصباحی	۲۱
۱۱	ایصال ثواب کی حقیقت	۲۴
۱۲	ایصال ثواب کی صورتیں	۲۴
۱۳	ایصال ثواب کا ثبوت قرآن کریم سے	۲۷
۱۴	ایصال ثواب کا ثبوت احادیث مبارکہ سے	۲۷
۱۵	ایصال ثواب کا ثبوت فقہی عبارتوں سے	۳۳
۱۶	کھانے کی چیز سامنے رکھ کر دعا کرنے کا ثبوت	۳۷
۱۷	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟	۴۰
۱۸	فاتحہ کے لیے کھانے کا سامان کیسا ہونا چاہیے اور کس کو دینا چاہیے؟	۴۱
۱۹	ایصال ثواب کا کھانا کس کو کھانا چاہیے؟	۴۲

۲۰	مردے کے نام سے پکایا ہوا کھانا اگر مالدار کھائے تو کیا مردے کو ثواب ملے گا؟	۲۲
۲۱	کیا غیر مسلموں کی دکان کی مٹھائی پر فاتحہ جائز ہے؟	۲۵
۲۳	بدندہ ہوں کو فاتحہ کی چیز دینا کیسا ہے؟	۲۶
۲۴	بدندہ ہوں کے لیے ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟ ایک شبہ اور اسکا ازالہ	۲۸
۲۵	ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا؟	۶۰
۲۶	کیا نابالغ ایصال ثواب کر سکتا ہے؟	۶۲
۲۷	ایصال ثواب کے لیے اجرت لینا، دینا کیسا ہے؟	۶۲
۲۸	اجارہ تراویح پر شرعی کونسل آف انڈیا کا سوال اور فقیر راقم الحروف کا جواب	۶۷
۲۹	علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ	۹۱
۳۰	قبرستان میں جا کر ایصال ثواب کرنے کا ثبوت	۹۲
۳۱	مردے کے نام سے عقیقہ کرنا کیسا ہے؟	۱۰۲
۳۲	مزار بنانے کا شرعی حکم	۱۰۲
۳۳	قبرستان میں موم بتی جلانا کیسا ہے؟	۱۰۶
۳۴	قبر پر اگر بتی جلانا، عطر وغیرہ چھڑکنا کیسا ہے؟	۱۰۹
۳۵	مزارات پر حاضری کا طریقہ	۱۱۱
۳۶	قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا کیسا ہے؟	۱۱۴
۳۷	کیا ثواب تقسیم ہوتا ہے؟	۱۱۶
۳۸	میت کے گھر کھانا کب تک بھیجنا چاہیے اور کتنا بھیجنا چاہیے؟	۱۱۹
۳۹	دیکھو عذاب سے نجات کیسے ملتی ہے؟	۱۲۰
۴۰	آیت و ان لیس للانسان الا ما سعی کا مطلب؟	۱۲۲
۴۱	کونڈے کی فاتحہ ۲۲ رجب کو کیوں؟	۱۲۸
۴۲	خودنوشت: مؤلف ایک نظر میں	۱۳۱
۴۳	مآخذ و مراجع	۱۳۴

# شرف انتساب

یہ حقیر کاوش امام احمد رضا محدث بریلوی کے دو عظیم شاگرد رشید  
تاجدار اہل سنت سیدنا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان  
(اور

مخدوم المملت سیدنا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان  
کے نام

جن سے بالترتیب والد گرامی قدر حضرت مولانا نذیر احمد رضوی  
اور والدہ مکرمہ اطال اللہ تعالیٰ عمرہما کو شرف بیعت حاصل ہے  
(اور

حضور مفتی اعظم ہند کے خلیفہ و مرید عم محترم عزیز العلماء والمشاخ  
حضرت مولانا عبدالعزیز رضوی اور عم کبیر منشی عبدالجلیل علیہما الرحمہ  
کے نام

جن کا دولت کدہ ہمیشہ مشائخ طریقت

واکا بر علمائے اہل سنت کا مسکن و مرکز رہا

سگ بارگاہ اولیاء

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

نائب قاضی شریعت

مرکزی دارالقضاء درہ شرعیہ گجرات (احمد آباد)

## خراجِ عقیدت

یہ معمولی کاوش

دادا جان شیخ محمد الفت حسین مرحوم  
دادی جان بی بی عائشہ خاتون مرحومہ  
نانا جان قاضی محمد عثمان مرحوم  
نانی جان بی بی اسماء خاتون مرحومہ  
کی خدمت میں..... جن کی دعاء سحرگاہی  
سے چمنِ حیات میں مسرت و شادمانی کی بہاریں  
آئیں..... احساسِ زندگی پیدا ہوا پروازِ  
خیال میں حصولِ علم اور خدمتِ دین کا جذبہ ابھرا  
..... جن کی محبت بھری آوازیں آج بھی  
کانوں میں گونجتی رہتی ہیں!۔

اللہ رب العزت انہیں غریقِ رحمت اور  
کروٹ کروٹ جنت نصیب عطا فرمائے۔  
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم  
گر قبولِ افتدز ہے عز و شرف  
محتاجِ نظر  
ابوشیبہ محمد مبشر رضا ازہر مصباحی  
رکن: عزیز ی لاسبریری جنتا ہاٹ بائسی  
ضلع پورنیہ بہار



## عرضِ ناشر

شعبہ نشر و اشاعت کی اہمیت و افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہے کیوں کہ اسی شعبہ کی بدولت ہمارے اسلاف و اکابرین کے قلمی اثاثے ہم تک پہنچے ہیں، جنہیں پڑھ کر ہم اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اگر یہ شعبہ نہ ہوتا تو ہم اسلاف کے کارنامے اور ماضی کے بہت سارے واقعات و اخبار سے محروم ہو جاتے۔

انہیں باتوں کے پیش نظر الجامعة الرضویہ کلیان کے زیر اہتمام ”غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان“ کا قیام عمل میں آیا تاکہ اس ادارہ سے نشر و اشاعت کا کام لیا جائے، بفضلہ مولیٰ تعالیٰ بڑی حد تک ہم اپنے منصوبہ میں کامیاب ہیں۔ اس سے قبل ہم ادارہ سے بہت سی کتابوں، رسائلوں اور پمفلٹ (PamPhlet) کے علاوہ کئی اہم شخصیات کی تصانیف بھی شائع کر چکے ہیں جن میں (۱) نعماتِ بخشش (۲) وسیلہ بخشش (۳) سبیل بخشش (۴) امام احمد رضا اور کنز الایمان (۵) ہجری اسلامی ماہ و سال کے اجالے میں (۵) نماز مومن کی معراج ہیں (۶) سہ ماہی مجلہ المختار کلیان (۷) امام علم و فن نمبر، قابل ذکر ہیں۔

اسی شعبہ کی ایک اہم کڑی ”ایصالِ ثواب کی تحقیق“ ہے جس کو فاضل گرامی مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی زید مجدہ نے بڑی عرق ریزی سے، جدید تحقیقی اسلوب اور عصری تقاضے کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ آج یہ کتاب پریس جارہی ہے، ہمیں امید ہے کہ ارباب علم و دانش پسند فرمائیں گے۔

اپیل: ”غوث الوریٰ اکیڈمی“، نیز ”الجامعة الرضویہ“، بیل بازار / مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ والدھونی کلیان جن میں اہل سنت کے دوسو نو نہالوں کی آبیاری اور انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کا پورا نظم ہے۔ نشر و اشاعت اور تعلیم و تربیت صرف آپ کے مالی تعاون پر منحصر ہے۔ لہذا! زیادہ سے زیادہ مالی اعانت فرما کر دنیا میں فلاح اور آخرت میں اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

فقط والسلام

محمد مسعود رضا قادری بانی و مہتمم الجامعة الرضویہ کلیان

## حدیثِ دل

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر شے کا خالق و مالک اور مسبب الاسباب ہے، لیکن یہ بھی قادرِ مطلق ہی کا نظام ہے کہ عبادات و معاملات کا حکم اور موجودات و معلومات کا وجود ظاہری اسباب سے جوڑا ہوا ہے، اس لیے اس کا اظہار بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف کا ظاہری سبب کیا بنا؟

مرکزی دارالقضا دارۃ شرعیہ گجرات کے افتتاح کے موقع پر جب میں غیر معمولی مصروف تھا، اسی دوران ایصالِ ثواب کے منکرین کی جانب سے گرامی قدر مولانا قاری شفیع اختر ساحل اشرفی سابق استاذ دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز احمد آباد، ایک استفتا لے کر حاضر آئے، جس میں چند سوالات تھے۔ گونا گوں مصروفیات اجازت نہیں دے رہی تھیں کہ سوال کا تفصیلاً یا اجمالاً جواب دیا جائے، لیکن اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کے جذبہ شوق نے اس آلودہ معصیت کو جواب کی رقمطرازی پر مجبور کیا، نفسِ جواب ہی کو مختصراً لکھ کر بھیج دیا گیا۔ جواب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر گرامی قدر حضرت مولانا مفتی ولی اصغر وحیدی نے فرمایا کہ اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جائے، تاکہ عوام و خواص سب مستفیض ہوں۔

مرکزی دارالقضا دارۃ شرعیہ گجرات کے افتتاحی پروگرام (۱۷/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۲/ جنوری ۲۰۱۲ء جمعرات) سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں کچھ ضروری حذف و اضافہ کر کے جواب کو کتابچہ کی شکل میں ترتیب دیا۔ رمضان المبارک کے موسم خیر و برکت کے موقع پر گھر میں قیام کے دوران ہندوستان کے مشہور نعت گو شاعر حضرت مولانا عسجد رضا مصباحی زید مجدہ ابن مولانا مسلم شاہد عالم مظہری اطلال اللہ عمرہ اور غزل گو شاعر مولانا تبریز رضا افتخار ابن حضرت مولانا عبدالعزیز رضوی علیہ الرحمہ (جو دونوں میرے پھوپھا زاد بھائی ہیں اور ابتدائاً انتہا رفیق درس بھی) انھوں نے مشورہ دیا کہ کتابچہ کی بجائے کتابی شکل میں شائع کیجیے اور معاشرہ میں ایصالِ ثواب کے تعلق سے کچھ غلط طریقے رائج ہیں ان کا سد باب تحریر کیجیے۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے دیرینہ کرم فرما مولانا مفتی محمد افتخار احمد مصباحی رضوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم سیدنا صدیق اکبر سرخیز احمد آباد سے



تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے بھی یہی راے دی، اس لیے تعطیل کلاں کے بعد جب مدرسہ حاضر ہوا تو دارالعلوم کی ابتدائی کارروائی کے بعد کچھ فقہی احکام کا اضافہ کیا اور اس میں ان سوالات کے جوابات بھی شامل کر لیے جو کسی موقع پر کرم فرما مولانا انوار احمد رضوی صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم موبیہ بانسی ضلع پورنیہ اور میرے عزیز و رفیق جناب منظر عقیل تحسینی (ایم، بی، اے) ابن ماسٹر سعید نوری جنتاٹ بانسی نے کیے تھے۔

فقیر راقم الحروف کو علمی کم مائیگی و بے بضاعتی اجازت نہیں دیتی کہ درس و تدریس، فتویٰ نویسی، دارالقضا کے مقدمات کی سماعت، تحقیق اور تصفیہ کے ساتھ تصنیف و تالیف جیسے مشکل راہ پر قدم رکھے، لیکن بزرگوں سے والہانہ عقیدت، اکابر سے قلبی وابستگی، اساتذہ کرام کی خصوصی توجہات، والدین کی نیک دعائیں اور احباب کے مخلصانہ مشوروں نے اس راہ پر خار کا سفیر بنایا۔

فقیر راقم السطور کی کتاب ”میزان عدل کا تحقیقی جائزہ“، جب منظر عام پر آئی تو میرے بعض علم دوست احباب نے فون پر اور بعض نے روبرو بڑے جذباتی انداز میں مبارکبادیوں کے سوغات پیش کیے اور بے پناہ مسرتوں کا اظہار بھی کیا، جس سے ہمارے حوصلوں میں جذبہ خدمت دین کے پھوارے پھوٹنے لگے۔

میں ان تمام حضرات کا مشکور ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی حیثیت سے ہماری رہنمائی فرمائی۔ بعض حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ آئندہ جب کوئی مضمون یا کتاب ترتیب دیں تو حوالوں میں عربی عبارتوں کی بجائے صرف اس کے ترجمے پر اکتفا کریں، کیونکہ بسا اوقات عربی عبارت کی وجہ سے مطالعہ کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ مجھے یہ راے پسند آئی اور زیر نظر کتاب کو اسی طرز پر ترتیب دینا شروع کیا، لیکن مجھے بعد میں یہ احساس ہوا کہ فقیر راقم السطور نہ اہل زبان سے ہے اور نہ زبان داں، اس لیے صرف ترجمے پر اکتفا نہ کر کے عربی عبارتیں بھی ترجمے کے ساتھ لکھ دی جائیں، تاکہ ترجمے میں کسی قسم کی ثولیدہ بیانی یا افراط و تفریط ہو تو قاری اصل عبارت دیکھ کر صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ اسی پس و پیش میں تھا کہ اپنے عہد کے ممتاز محقق و ناقد مولانا شیخ اسید الحق قادری بدایونی مدظلہ العالی کا جملہ ”ایک محقق براہ راست اصل عبارت دیکھ کر خود ہی نتیجہ اخذ کرنے کا خواہش مند ہوتا

ہے، نظر سے گزرا پھر کیا ہوا کہ عزم و ارادے پر محکم کی مہر ثبت ہو گئی اور میں نے کتاب کی ترتیب کی پٹری اسی پرانے روش پر کھڑی کر دی، اس لیے جو حضرات عربی عبارتوں سے خلجان محسوس کرتے ہیں ان سے پہلے ہی معذرت کر لینا میں اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔

اس موضوع پر متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اس لیے کتاب کی ترتیب اور فقہی مسائل میں خواص کا کم، عوام کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے، تاکہ عام قارئین کے ذہن و فکر میں جو غلط فہمیاں اور معاشرہ میں جو غلط رسوم ہیں، ان کی اصلاح ہو جائے اور قارئین کے اعمال پامال ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔ یہی وہ جذبہ صادق تھا جس نے گناہوں سے لت پت جسم کو دعوتِ قلم دے کر تھوڑی دیر شبِ زندگی اور صبحِ حیات کو روشنی میں رہنے کا موقع عطا فرمایا۔

آخری گزارش: فقیر راقم الحروف کو اپنی کوتاہ علمی اور بے بضاعتی کا احساس ہے اگر کسی صاحبِ بصیرت کو ترجمہ، تحقیق، یا فقہی نقطہ نظر سے کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع کریں ہم ان کے مشکور ہوں گے اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرنے کی کوشش کریں گے۔ کتاب کی ترتیب میں جن حضرات کا کسی نہ کسی حیثیت سے تعاون رہا ان کا ذکر نہ کرنا احسانِ فراموشی ہوگی۔

☆ شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی جیلانی جانشینِ مخدوم ملت حضورِ محدثِ اعظم ہند اپنی نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود دعائیہ کلمات سے نوازا۔

☆ استاذ گرامی سراج الفقہاء محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے کثرتِ کار، ہجومِ افکار، اور علالتِ طبع کے باوجود، بعض ضروری اصلاحات کیں، اور تقریظِ جلیل سے نوازا۔

☆ مفتی گجرات حضرت علامہ مفتی شبیر احمد صدیقی نے نہ صرف تصنیف و تالیف کی جملہ سہولیات فراہم کیں، بلکہ ہر میدان میں اور ہر قدم پر اپنی جہانگیری تجربات، گراں قدر معلومات اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے رہے۔

☆ استاذ گرامی عہدۃ المحققین فقیہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی صدر مفتی جامعۃ مجددیہ رضویہ گھوسی منو، سے فون پر بارہا فقہی جزئیات کے لیے رہنمائی لیتا

رہا، عدیم الفرست ہونے کے باوجود انھوں نے نظر ثانی فرمائی اور ایک وقیع مقدمہ لکھ کر حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

☆ مفکر اسلام خطیب الہند حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی مدظلہ العالی مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ہمیشہ حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے رہے اور علالت طبع کے باوجود قیمتی تقریظ سے نوازا۔

☆ محب گرامی مولانا مفتی ممتاز عالم مصباحی اپنی تصنیفی، تبلیغی اور تشریحی مصروفیات کے باوجود فون پر کتاب کی ترتیب کی کیفیت معلوم کرتے رہتے، مفید مشورے دیتے اور دیرینہ رشتہ محبت کو نبھاتے ہوئے تاثراتی تحریر سے نوازا۔

☆ گرامی مرتبت مولانا مفتی ولی اصغر وحیدی، جو اس کتاب کے اصل محرک ہیں، انھوں نے میری کثرت مصروفیات دیکھ کر بعض عربی عبارتوں کے ترجمے کیے۔

☆ محب گرامی قدر مولانا مفتی شاکر رضا مصباحی استاذ و مفتی دارالعلوم مصطفائیہ ہلدرواہ و دہ گجرات بڑی محبت سے کتاب کی پروف ریڈنگ میں تعاون کیا۔

☆ محب گرامی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مولانا محمد مسعود رضا قادری کلیان نے طباعت کا بوجھ اپنے سر رکھا۔ گرامی قدر مولانا احمد رضا احمد نے مفید مشوروں سے نوازا عزیز ی حافظ محمد محسن، مولوی غلام نبی، مولوی احمد رضا، مولوی نصیر الدین، مولوی امتیاز عالم، ان میں سے بعض نے کمپوزنگ کی اور بعض نے آیتوں کی تخریج۔

☆ عزیز ی مولانا ابرار احمد مرکزی، عزیز ی مولانا غلام محی الدین مرکزی، اور مولانا عبد الحمید مصباحی شعبہ تحقیق فی الفقہ دارالعلوم ہذا نے پروف ریڈنگ کی اور عربی عبارتوں کی تخریج میں تعاون کیا، دیگر اساتذہ کرام اور طلبہ کا بھی تعاون ساتھ رہا، ہم ان سب کے شکر گزار ہیں،

اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم:

غبارِ مدینہ

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

## دعاۓ کلمات

شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم کچھوچھا شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

زیر نظر کتاب ”ایصال ثواب کی تحقیق“، عزیز گرامی قدر مولانا مفتی محمد مبشر رضا از ہر مصباحی سلمہ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم شیخ احمد کھٹوا احمد آباد کی غالباً دوسری تالیف ہے۔ مولانا کی خواہش ہوئی کہ میں اس پر ایک نظر ڈالوں، اس بے اطمینانی کے دور میں میرے لیے یہ مشکل ہی نہیں، بلکہ بہت مشکل ہے پھر بھی جا بجا سرسری نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ موضوع گو کہ قدیم ہے، لیکن مؤلف نے جدید تحقیقی اسلوب، قابل توجہ عناوین، عصری تقاضے اور شائستہ لب و لہجہ میں بیان کر کے اسے دلکش اور خوب صورت بنایا ہے کہ جس سے نہ صرف قارئین کے دلوں میں مطالعہ کا شوق اور عمل خیر کا جذبہ پیدا ہوگا، بلکہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے اپنے اندر گراں قدر اضافہ بھی محسوس کرے گا۔

مولانا اہل سنت و جماعت کے نو جوان عالم دین، قابل اعتماد مفتی، مرکزی دارالقضاء ادارہ شرعیہ احمد آباد (گجرات) کے نائب قاضی ہونے کے ساتھ ساتھ، فقہی ذوق، وسعت مطالعہ اور تحقیقی مزاج کے مالک ہیں، دیگر دینی خدمات کا نہ صرف شوق رکھتے ہیں، بلکہ اسے عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

فقیر گداے اشرفی جیلانی مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ موصوف کو آخرت میں اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے، اور اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فقط والسلام علی من اتبع الهدی

ابوالحزمہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم قدس سرہ

کچھوچھا شریف / احمد آباد

یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ / مطابق ۱۶ نومبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ مبارکہ

## نَقَرِ نِظَا

سراج الفقہاء محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہ العالی  
صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

کوئی مسلمان جو نیک کام کرتا ہے فرض، نفل، نماز، روزے، حج، زکوٰۃ، ادا، قضاء، تلاوت، اذکار، صدقہ اور قربانی وغیرہ ان سب کا ثواب وہ دوسرے کو باذن اللہ پہنچا سکتا ہے؛ اسی کا نام ایصالِ ثواب ہے اور عام زبان میں اس کو نیاز و فاتحہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا ثبوت کتاب و سنت اور کتب شریعت میں ہے۔ اس موضوع پر علما نے ماضی میں تحقیقی کام بھی کیے ہیں ”انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ“ اس نوع کی اہم کتاب ہے، نصرة الاصحاب، اثبات ایصالِ ثواب اور دیگر رسائل بھی اس موضوع کے قابل اعتماد رسائل سے ہیں؛ ان تمام رسائل و کتب میں اپنے موقف کا ثبوت بھی ہے اور منکرین کے اعتراضات کے شافی جوابات بھی۔ اس سلسلے کی ایک نئی کتاب ’ایصالِ ثواب کی تحقیق‘ بھی ہے جس میں مصنف دام مجدہم نے ایسے دوسرے مسائل کو جمع فرما دیا ہے جنہیں لوگ گاہے بگاہے پوچھتے رہتے ہیں اور پہلے کی کتابوں میں ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی ہے، اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مناسب اضافہ ہے۔

راقم الحروف اپنی گونا گوں مصروفیات کے باعث بالاستیعاب اس کتاب کا مطالعہ نہ کر سکا، البتہ سرسری نظر کتاب کے بیشتر حصے پر ڈالی ہے اور جہاں کہیں قابل اصلاح باتیں نظر آئیں ان کی نشان دہی بھی کرائی، اس طرح مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب صحیح مسائل کے مجموعہ کی شکل میں نظارہ خلق ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے لیے عام فہم اور مفید ثابت ہوگی خداے پاک اسے ایسا ہی کرے! اور اس کے نفع کو عام و تام فرمائے۔

اس کتاب کے مصنف عزیز سعید مولانا مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی ماشاء اللہ ایک  
باصلاحیت عالم دین ہیں دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز احمد آباد کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث  
ہیں ان سے مستقبل میں خدمت دین کے تعلق سے بہت کچھ توقعات وابستہ ہیں خدائے  
پاک ان کے علم، فضل، تحریر میں مزید پختگی عطا فرمائے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دین  
حنیف کی خدمات لے اور اسے فضل خاص سے نوازے آمین بجائے سید المرسلین خاتم  
النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد نظا الدین الرضوی  
خادم درس وافتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور  
۱۲/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ



## تقدیم

عمدۃ المحققین فقیہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی دام ظلہ العالی  
صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی منو پوری (الہند)

زندوں کے عمل خیر سے مومن مردوں کو نفع و ثواب کا پہنچنا (جسے اصطلاح میں ایصالِ ثواب کہتے ہیں) ایک ایسی حقیقت شرعیہ ثابتہ ہے، جس کا انکار معتزلہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے دعوے میں سچا ہو، زندوں کے اچھے نیک عمل سے ایصالِ ثواب ہونے پر واضح نصوص شرعیہ موجود ہیں اور قرنِ اولیٰ سے لے کر آج تک کے ائمہ و علما اور صلحا کا عمل بھی، قرآن کریم میں بعد میں آنے والوں کی دعا کا ذکر ہے۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ؛ یعنی وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں۔ قرآن کریم نے بطور تعریف و استحسان ان لوگوں کے اس عمل کو بیان کیا ہے جو اس بات پر نص ہے کہ زندوں کی عبادت سے اور زندوں کے عمل خیر سے وفات پانے والے مومنین کو فائدہ پہنچتا ہے۔

قرآن کریم کی سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنی بخشش، اپنے ماں باپ کی بخشش اور تمام مومنین کی بخشش کی دعا فرمائی، سورہ مومن آیت نمبر ۷ میں فرشتوں کا مومنین کے لیے دعائے بخشش کرنے کا ذکر جمیل ہے۔ صحیح حدیث پاک میں وارد ہے ”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا دفتر عمل بند ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ اس کا ثواب متوفی کو ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرے علم جس سے نفع اٹھایا جائے تیسرے نیک اولاد جو اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرتی ہے“ (مسلم شریف) اور ثواب پہونچنے کے تعلق سے بدنی عبادت کی تخصیص نہیں بلکہ مالی و بدنی ہر طرح کی عبادت اور فعل محمود کا ثواب پہونچتا ہے، ایک صحابی کے سوال پر میرے آقا ﷺ نے فرمایا ان من البر بعد الموت ان تصل لهما مع صلاتک و تصوم لهما مع صومک، (الدارقطنی) مرنے کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ تم اپنی عبادت اپنی نمازوں کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز (نفل) پڑھو، اور اپنے

روزوں کے ساتھ ان کے لیے بھی روزہ (نفل) رکھو (شرح الصدور للعلامة جلال الدین سیوطی ص ۱۲۹) اس لیے نماز ہو یا روزہ حج ہو یا صدقہ یا قرآن کریم کی تلاوت یا کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ ان سب کا ثواب اموات مسلمین کو پہنچتا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے، علمائے سلف و خلف میں کوئی ایسا نہیں جو ایصال ثواب کا منکر ہو اس لیے ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں ”اتفق اهل السنة على ان الاموات ينتفعون من سعي الاحياء (شرح فقہ اکبر ۲۲۶) اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زندوں کے عمل و سعی سے نفع پہنچتا ہے، اور علامہ نسفی نے علم کلام کی مشہور کتاب ”شرح عقائد نسفی“ میں فرمایا: وفي دعاء الاحياء الاموات او صدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة، زندوں کا مسلمان میت کے لیے دعا کرنے یا صدقہ کرنے میں ان کو نفع پہنچتا ہے اس پر معتزلہ کا اختلاف ہے، ہمارے فقہانے بھی فصاحت کے ساتھ فرمادیا ہے کہ آدمی نماز، روزہ، صدقہ، حج غرض عبادت مالی ہو یا بدنی اس کا ثواب حسن نیت کے ساتھ متوفی کو پہنچتا ہے، ہدایہ میں ہے ”ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غير هاء عند اهل السنة والجماعة“ (ہدایہ ۱/۲۹۶)۔

زیر نظر رسالے میں عزیز القدر مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی زید مجدہ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز احمد آباد نے اس بات کو حوالوں کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج کل وہابیوں نے اس تعلق سے اپنی مہم تیز تر کر رکھی ہے اور وہ معتزلہ سے بھی آگے بڑھ کر ایصال ثواب کا رد و انکار کرتے ہیں اور لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں ایسے احوال میں اس قسم کے رسالوں کی اشاعت ایک اہم دینی و ملی کام ہے مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مؤلف و ناشر کو جزائے خیر سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

آل مصطفیٰ مصباحی

خادم تدريس و افتا جامعہ امجدیہ رضویہ

گھوسی، منو، یوپی

یکم ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲

## فہرست

مفکر اسلام حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی مدظلہ العالی  
مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پورا عظیم گڑھ یوپی

اس وقت ہمارے سامنے نوجوان فاضل محقق حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کی دوسری تازہ ترین تصنیف ”ایصال ثواب کی تحقیق“، ہے حضرت مصنف دام ظلہ العالی عالم شباب ہی میں کہنہ مشق قلم کار اور بے پناہ علمی اور فقہی بصیرتوں کے حامل ہیں۔ موصوف کی یہ کہنہ مشقی صرف دارالافتا اور دارالقضا تک ہی نہیں ہے، بلکہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ اس وقت احمد آباد کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم شیخ احمد کھٹو کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہیں اور مرکزی دارالقضا ادارہ شرعیہ گجرات (احمد آباد) کے نائب قاضی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم و تحقیق کا بے پناہ ذوق عطا فرمایا۔ اہم پروگراموں میں شرکت بھی فرماتے ہیں اور عام طور پر علمی و فقہی تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور مدلل مقالہ ہے۔ موصوف نے بڑی حد تک موضوع کے ذیلی گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اجر جزیل اور تحقیق کو قبول عام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مصنف نے کتاب کے آغاز میں ایصال ثواب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”لغت میں ایصال ثواب کا معنی ثواب پہنچانا ہے، اور شریعت میں طاعات و عبادت، اور صدقات و خیرات کا ثواب کسی مسلمان مردے یا زندہ کو پہنچانا ہے۔“

ایصال ثواب دو طرح سے ہو سکتا ہے، عبادت مالیہ کے ذریعہ اور عبادت بدنیہ کے ذریعہ۔ حضرت مصنف نے دونوں صورتوں پر دلائل و شواہد کی تیز روشنی میں تفصیلی بحث کی ہے اور قرآن و احادیث اور دلائل شرعیہ سے دونوں کا جواز و استحسان ثابت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایصالِ ثواب کے جواز و استحسان کے متعلق سے قرآنِ عظیم میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (الحشر: ۱۰)“

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت مصنف نے اپنے مدعا کے ثبوت میں قطار در قطار حدیثیں بھی پیش کی ہیں اور خاص طور پر عبادتِ مالیہ اور عبادتِ بدنہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کا پرزور اثبات کیا ہے۔ ہم ذیل میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ بے شک سعد کی ماں وفات پا چکی ہے، تو کون سا صدقہ بہتر ہے۔ فرمایا پانی! تو اس پر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے، یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے گا۔ (سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۲۳۶)

اس حدیثِ رسول کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ عبادتِ مالیہ کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب درست اور مستحسن ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک دوسری حدیثِ عبادتِ بدنہ کی پیش کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت فضل بن عباس سواری کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ قبیلہ شعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے، اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی ﷺ نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کیا ہے اور میرے باپ بہت بوڑھے

ہو چکے ہیں وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں۔ آپ نے فرمایا:  
ہاں اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۱۳/صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۳۲)

حضرت مصنف دام ظلہ العالی نے اپنے مدعا کے ثبوت میں فقہی دلائل بھی کثیر نقل کیے ہیں، مثلاً ہدایہ، فتاویٰ نبوی، شرح عقائد، رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری، درمختار، وغیرہ مستند کتب سے استدلال کیا ہے۔

خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

بحر الرائق میں ہے: جس شخص نے روزہ رکھا، نماز پڑھی، یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب کسی مردہ یا زندہ کو بخشا تو اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے اور اس کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا، یہی بدائع میں بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کو ثواب پہنچایا جائے وہ مردہ یا زندہ اور یہ بھی فرق نہیں کہ کام کرتے وقت دوسرے کی نیت کی یا نہیں، یا صرف اپنی نیت کی اور اس کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو بخشے، کلام کے مطلق ہونے کی وجہ سے۔ حضرت مفتی صاحب نے ایصالِ ثواب کے شرعی ثبوت کے بعد ایصالِ ثواب کے مختلف گوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مصنف نے بحث کے ذیل میں، نیاز سامنے رکھ کر دعا کرنے کا ثبوت اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟ پر بھی بڑی فکر انگیز گفتگو کی ہے۔ فاتحہ کے لیے نیاز کیسا ہونا چاہیے؟ پر بھی بڑی معلومات افزا بحث کی ہے۔ مصنف نے اپنے مدعا کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔

”نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوہ یا شکر یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علاحدہ کر لی گئی ہوں۔ بانٹنے کا اختیار ہے، جس سنی مسلمان کو چاہے دے اگر چہ غنی ہو، اگر چہ سید ہو اور خود بھی تبرک کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے، نیاز کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھا سکتا ہے، نہ کسی غنی یا سید کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقراے مسلمین کا حق ہے اور بد مذہبوں خصوصاً وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲/۲۲۶)

وہ جو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک نہیں، ہرگز وہ فاتحہ کی چیز لینے کا اہل نہیں ہے، تبرک کی چیز تو صرف اور صرف ان حضرات کے لیے ہے، جن کا دل نور ایمان سے منور ہے، اور جس کا دل ایمان سے ذرہ برابر حصہ نہیں رکھتا ہے، اس کا حصہ تبرک چیز میں نہیں۔“

قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا کیسا ہے کہ تحت مصنف نے بڑی معلومات افزا گفتگو ہے۔ مصنف نے اپنے مدعا میں ”فتاویٰ امجدیہ“ کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔  
”ان کافروں کو نہ قربانی کا گوشت دینا جائز ہے، نہ اور دوسرا بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت دینا جائز کہ جو جانور خدا کی عبادت کے لیے ذبح کیا گیا، اس کا گوشت خدا کے دشمن کو دے کر خدا کی خوش نودی حاصل ہوگی یا ناخوشی، اس کو ہر عاقل جان سکتا ہے۔“ (فتاویٰ امجدیہ، ۳/۳۲۱)

حضرت مفتی صاحب کی تحقیق،..... صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی ترتیب و تحقیق میں ۷۵ کتابوں سے استفادہ کیا ہے، دعا ہے مولا تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل اس وقیع تحقیق و تصنیف کو قبول عام فرمائے اور مصنف کو اجر جزیل اور سعادت دارین سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از:

مبارک حسین مصباحی

مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ۔ مبارکپور

اعظم گڑھ یوپی



## مشاہدات

فاضل جلیل ادیب شہیر حضرت مولانا مفتی ممتاز عالم مصباحی زید مجدہ مفتی شہر جھانسی  
واستاد دارالعلوم امام احمد رضا اندر بھیر وکھڑ کی جھانسی یوپی  
حامداً مصلیاً و مسلماً۔

تقریر و تحریر دونوں ہی بہترین ذرائع تبلیغ و اشاعت دین سے ہیں دونوں کی اپنی  
اپنی جداگانہ اہمیت و افادیت ہے۔ تاہم تقریر و خطابت کے بالمقابل تحریر و صحافت کی  
جہانگیری و جہاں داری ایک مسلمہ حقیقت ہے تقریریں اپنی ہزار گھنگر ج اور قلب و روح کو  
پگھلا دینے والے نکات کے باوجود صدائے بازگشت بن کر ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جاتی ہیں  
۔ ہفتے دو ہفتے یا مہینے دو مہینے سے زیادہ مدت تک اس کے اثرات باقی نہیں رہتے۔ جبکہ اس  
کے برعکس تحریریں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ تاریخ میں ایسے ایسے باکمال خطباء و مقررین  
و ناصحین پیدا ہوئے، جن کی طوطی بولتی تھی لیکن وہ بعد وصال ایسے فراموش کر دیے گئے کہ  
امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کے جاننے والوں کی تعداد بھی کم ہوتی گئی، حتیٰ کہ اب بیشتر  
لوگ ان کا نام تک نہیں جانتے۔ جبکہ اس کے برخلاف مصنفین و محررین زمانے کے ہزار مد  
وزجر کے باوجود اپنی تحریروں کی بدولت آج بھی زندہ ہیں اور انشاء اللہ العزیز کل روز قیامت تک  
زندہ و تابندہ رہیں گے۔ تحریر و قلم کی ہی برکت ہے کہ سیکڑوں سال گزر جانے کے باوجود مختلف  
علوم و فنون اپنی اپنی اصل حالت میں آج بھی ہمارے درمیان موجود و محفوظ ہیں۔

افسوس کہ آج کے اس دور قحط الرجال میں، جبکہ ہر آدمی مادہ پرست بنتا جا رہا ہے  
۔ ہر ایک کو دنیا کمانے کی فکر کھائی جا رہی ہے، مدارس اسلامیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ  
کی غالب اکثریت تدریس و تقریر ہی کو اپنا مشغلہ بنا رہی ہے اور ایسے خوش نصیب فارغین  
کی تعداد بہت ہی کم ہے، جو تحریر و صحافت کی سنگلاخ وادی میں قدم رکھتے ہیں، انہیں نصیب  
و رفلاً میں محبت مکرّم گرامی قدر حضرت علامہ مفتی مبشر رضا صاحب ازہر مصباحی دام اقبالہ  
ایک معتبر و مستند نام ہے، موصوف میرے محب و مخلص بھی ہیں اور رفیق درس بھی، درجہ ثالثہ  
سے لے کر دورہ حدیث تک ہم دونوں نے ایک ساتھ تعلیم حاصل کی، موصوف بڑے خلیق  
، ملنسار اور خوش گفتار واقع ہوئے ہیں اس بات کا اندازہ کوئی بھی شخص ان سے پہلی ملاقات

میں ہی لگا سکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ حد درجہ محنتی اور اپنے دھن کے پکے بھی ہیں، کہنے کے ساتھ ساتھ اسے کر گزرنے کا بھی پورا پورا جذبہ و حوصلہ رکھتے ہیں اور دوران طالب علمی ہی سے ہم دونوں ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں اور بہت سے امور میں آپس میں شیر کرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے موصوف کو تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و قلم کی دولت بیش بہا سے بھی نوازا ہے۔ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، منو میں تعلیم کے دوران مخصوص طلبہ کا ایک گروپ 'تھا' 'المجدد' کے نام سے عربی زبان میں ایک ہفتہ واری میگزین نکالتے تھے، ان طلبہ میں موصوف اور راقم الحروف پیش پیش تھے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں درجہ سابعہ کے طلبہ ایک زمانے سے تاجدار اہلسنت، رازدار شریعت شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس پاک کے مبارک و مسعود موقع پر بین المدارس تحریر و تقریری مقابلہ کا اہتمام و انصرام کرتے ہیں، ۱۹۹۹ء میں، جبکہ ہم درجہ سابعہ میں تھے، حسب دستور جماعت کی طرف سے تحریری و تقریری مقابلہ کا اہتمام کیا گیا، اس موقع پر موصوف نے 'ابوالعلی مودودی کے افکار و نظریات کا تحقیقی جائزہ' کے عنوان سے ایک بہت ہی گراں قدر مضمون تحریر فرمایا تھا، ہم سبق ہونے کے باوجود انھوں نے مجھے ایک نظر دیکھنے کے لئے دیا، کسی نو آموز طالب علم کے لیے ایک خشک موضوع پر لکھنا کس قدر مشکل ہوتا ہے، اس سے وہی لوگ واقف ہیں جو اس شعبہ سے تعلق لاگات رکھتے ہیں، لیکن موصوف نے مودودی کے باطل افکار و نظریات کو اس کی مختلف تصانیف کی روشنی میں اس قدر دل پذیر اور اچھوتے انداز میں تحریر فرمایا تھا کہ طبیعت باغ باغ ہو گئی موصوف اگر مزید تحقیق اور نقوش و جستجو کے بعد اس موضوع پر کتابی شکل میں کام کر دیں تو یقیناً یہ بڑا کام ہوگا، جس کی اہل علم طبقہ میں حد درجہ پذیرائی ہوگی، اس مضمون کے بعد طویل عرصہ تک موصوف کی کوئی تحریر نظر سے نہیں گزری، جس کی وجہ اس شعبہ حیات سے موصوف کی عدم دلچسپی نہیں، بلکہ اس کی وجہ تدریسی مصروفیات اور فتویٰ نویسی تھی۔

۲۰۱۰ء میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ایک ملاقات میں میں نے موصوف سے گزارش کی کہ تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر کی جانب بھی توجہ دی جائے، الحمد للہ کہ موصوف

نے میری گزارش قبول فرمائی اور کثرت کار و ہجوم افکار کے باوجود اس جانب متوجہ ہو گئے اور اس قدر دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا کہ کوئی سال بھر کے مختصر سے عرصہ میں کئی مقالات اور دو کتابیں تیار ہو گئیں۔ جن میں سے ایک کتاب میزان عدل کا تحقیقی جائزہ، سال گذشتہ عرس رضوی کے حسین و پر بہار موقع پر زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ گئیں۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ اس موضوع پر اب تک کوئی کتاب نہیں تھی، بلاشبہ موصوف نے اس نئے موضوع پر تحقیقی کام کر کے قابل صد ستائش اور لائق تقلید کا رنامہ انجام دیا ہے جس کی جس قدر پذیرائی کی جائے کم ہے۔

”میزان عدل کا تحقیقی جائزہ“، کے بعد اب موصوف کی دوسری گراں قدر تصنیف ”ایصال ثواب کی تحقیق“ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چند کہ یہ موضوع بہت ہی قدیم ہے، جس پر ہمارے اسلاف کی متعدد تصانیف موجود ہیں، لیکن موصوف نے قرآن و احادیث و آثار اور اقوال اسلاف کی روشنی میں فاضلانہ اور محققانہ انداز ہیں، بالکل سادہ اور عام فہم الفاظ میں اس موضوع کی ایسی دلنشین تحقیق کی ہے کہ یہ کتاب موضوع کی قدامت کے باوجود اپنے اندر نیا رنگ و آہنگ لیے ہوئی ہے امید قوی ہے کہ ”میزان عدل“ کی طرح یہ کتاب بھی عوام و خواص دونوں طبقوں میں بڑی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطفیل موصوف کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اسے مقبول بنادے اور موصوف سے مزید علمی و دینی خدمات لے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علی افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم:

خیر اندیش:

فقیر قادری محمد ممتاز عالم مصباحی غفرلہ

خادم عوام اہلسنت جھانسی

استاذ دارالعلوم امام احمد رضا اندر بھیر وکھڑی کی جھانسی

جمعۃ المبارکہ۔ ۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۲۰۱۲ء

## ایصال ثواب کی حقیقت

لغت میں ایصال ثواب کا معنی ثواب پہنچانا ہے اور شریعت میں طاعات و عبادات اور صدقات و خیرات کا ثواب کسی مسلمان مردہ یا زندہ کو پہنچانا ہے۔

## ایصال ثواب کی صورتیں

اجمالی طور پر ایصال ثواب دو طرح سے ہو سکتا ہے (۱) عبادت مالیہ کے ذریعہ

(۲) عبادت بدنہ کے ذریعہ

(۱) عبادت مالیہ: جس عبادت میں مال صرف ہو اس کو عبادت مالی کہتے ہیں۔  
جیسے: روٹی، گوشت، کپڑا اور روپیہ وغیرہ راہ خدا میں خرچ کرنا۔

جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے: عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ہذہ لام سعد (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بے شک سعد کی ماں وفات پا چکی ہے تو کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا: پانی تو اس پر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔ یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے گا۔

(۲) عبادت بدنہ: جو عبادت، انسان کی زبان یا جوارح و ارکان سے صادر ہو اس کو عبادت بدنہ کہتے ہیں۔ جیسے: قرآن کی تلاوت یا تسبیح و تہلیل وغیرہ۔

جیسا کہ مسلم شریف میں ہے: عن ابن عباس قال: جاء رجل الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امی ماتت وعلیہا صوم شهر أفأقضیہ عنہا؟ قال: لو كان علی أمک دین أکنت قاضیہ عنہا؟ قال: نعم قال: فدين الله أحق أن یقضی۔ (مسلم شریف رقم الحدیث ۱۱۴۸ کتاب الصیام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

بارگاہ میں ایک شخص حاضر آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ انتقال فرما چکی ہیں اس پر ایک مہینہ کا روزہ قضا رہ گیا ہے تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کر لوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری والدہ پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ کہا ہاں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو رب تبارک و تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

ان دونوں قسموں سے ایصال ثواب کی وضاحت احادیث میں موجود ہے اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان دونوں قسموں سے ایصال ثواب جائز ہے کسی مردے یا زندے کو پہنچایا جائے تو وہ اس تک پہنچتا ہے۔

فقہ کی معتمد کتاب ہدایہ میں ان دونوں قسموں کا ذکر اس طرح موجود ہے۔

ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة

او غيرهما عند اهل السنة والجماعة (هدایہ ۱/ ۲۹۶)

ترجمہ: انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچادے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا کوئی دوسرا عمل یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والاصل في ذلك عند اهل السنة ان للانسان ان يجعل ثواب عمله

لغيره صلوة او صوما او حجا او صدقة او غيرها (شرح فقہ اکبر ۱۵۸) یعنی: اہل

سنت و جماعت کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچادے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ یا اور کوئی عمل۔

اور بندے کو جس طرح دنیا میں کسی نیک کام کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح

مرنے کے بعد بھی اس کے نیک عمل کا صلہ اس کو ملتا رہتا ہے اور جو اس کے نام سے ایصال

کرتا ہے وہ بھی اس کو ملتا ہے ایصال کرنے والے کے اجر و ثواب میں کسی قسم کی کوئی کمی بھی

نہیں کی جاتی ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جاریۃ، او علم ینتفع بہ، او ولد صالح یدعولہ (مسلم شریف رقم الحدیث ۱۶۳۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد (جو اس کے حق میں دعا کرے) سنن ابن ماجہ میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان مما یلحق المؤمن من عملہ وحسناتہ بعد موتہ علما نشرہ، وولدا صالحا ترکہ، او مصحفا ورثہ، او مسجدا بناہ، او بیتا لابن السبیل بناہ او نہرا اجراہ، او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی صحتہ وحياتہ تلحقہ من بعد موتہ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۴۲)

ترجمہ: رسول اللہ [نے فرمایا: کہ مومن کو مرنے کے بعد جس عمل کا صلہ ملتا ہے اس میں سے اس کا وہ علم ہے جس کو اس نے پھیلا یا ہے، اور اس کی نیک اولاد ہے جس کو اس نے چھوڑا ہے یا وہ کتاب ہے جس کا اس نے وارث بنایا ہے یا خانہ خدا جس کی تعمیر میں اس نے حصہ لیا ہے یا مسافر کے لیے گھریا نہر بنایا ہے یا اپنے مال میں سے اپنی حیات و صحت میں صدقہ کیا ہے، ان تمام چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد ملتا ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا بعدہ من غیر ان ینقص من اجرہم شیء ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرہا، ووزر من عمل بہا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارہم شیء (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۱۷)

ترجمہ: رسول اللہ [فرماتے ہیں: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس طریقہ پر جو عمل کرے گا قیامت تک اس کا بھی ثواب ملے



گا اور کرنے والے کے حق میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا عذاب ملے گا اور اس طریقہ پر جو عمل کرے گا قیامت تک اس کا بھی عذاب ملے گا اور کرنے والے کے حق میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

## ایصال ثواب کا ثبوت قرآن کریم سے

ایصال ثواب کا ایک اہم مقصد دعائے مغفرت ہے اور بندہ کا اپنے لیے اور دوسروں کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا جواز قرآن کریم میں موجود ہے۔

سورہ حشر میں ہے ”وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ“ (الحشر ۱۰)

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنز الایمان)

## ایصال ثواب کا ثبوت احادیث مبارکہ سے

عبادت مالیہ کے ذریعہ ایصال ثواب کی مثال حدیث:-

ابوداؤد شریف میں ہے ”عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا وقال هذه لام سعد“ (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بے شک سعد کی ماں وفات پا چکی ہے تو کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا: پانی تو اس پر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔ یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے گا۔

بخاری شریف میں ہے ”عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رجلا قال لنبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امی افلتت نفسها واطنھا لو تکلمت تصدقت  
فهل لها اجر ان تصدقت عنها؟ قال نعم“ (صحیح بخاری رقم الحدیث  
۱۳۸۸ / صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۰۴ / سنن ابن ماجہ رقم الحدیث  
۲۷۱۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی  
تو کچھ صدقہ کرتی، پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے  
گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

بخاری شریف میں ہے :

”أَبْنَا ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تَوَفَّيْتُ أُمَّهُ  
وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي تَوَفَّيْتُ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا أَيْنَعُهَا  
شَيْءٌ أَنْ تَصَدَّقَ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَانِي أَشْهَدُكَ أَنْ حَائِطِي الْمَخْرَافِ  
صَدَقَةٌ عَلَيْهَا“ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۷۵۶ / ترمذی شریف رقم  
الحدیث ۶۶۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن  
عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا، وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر وہ نبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس  
وقت موجود نہیں تھا، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟  
آپ نے فرمایا: ہاں انہوں نے کہا: بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا خراف نام کا  
کھجوروں کا باغ ان پر صدقہ ہے۔

مسلم شریف میں ہے: عن ابن عباس انه قال استفتی سعد بن عبادة  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في نذر كان على امه توفيت قبل ان  
تقضيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاقضه عنها (صحیح مسلم  
رقم الحدیث ۱۶۳۸ / سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ نے رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: میری والدہ نے نذرمانی تھی اور نذر ادا کرنے سے پہلے ہی وہ انتقال کر چکی ہیں۔ تو رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی طرف سے تم ادا کر دو۔

مسلم شریف میں ہے ”عن ابن عباس قال: جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن امی ماتت وعليها صوم شهر أفأقضيه عنها؟ قال: لو كان على أمك دين أكنت قاضيه عنها؟ قال: نعم قال: فدين الله أحق أن يقضى“ (مسلم شریف رقم الحديث ۱۱۴۸ کتاب الصیام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ انتقال فرما چکی ہیں اس پر ایک مہینہ کا روزہ قضا رہ گیا ہے تو کیا میں اسکی طرف سے قضا کر لوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری والدہ پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو رب تبارک وتعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

: الدارقطنی میں ہے: ان رجلا قال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه كان لى أبوان ابرهما فى حال حياتهما فكيف لى ببرهما بعد موتهما؟ فقال: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان من البر بعد الموت أن تصلى لهما مع صلاتك وأن تصوم لهما مع صيامك۔ ( )

امام دارقطنی فرماتے ہیں: ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اپنے والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا، اب وہ دونوں انتقال فرما چکے ہیں تو ان کے ساتھ کیسے حسن سلوک کروں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے کے بعد حسن سلوک اور نیکی کی صورت یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ والدین کے لیے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے

ساتھ انکے لیے بھی روزہ رکھو۔

عبادت مالیہ، بدنہ کے ذریعہ ایصال ثواب کی مثال

امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن سلیمان بن یسار ان عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما کان الفضل رديف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه وجعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الآخر فقالت يا رسول الله ان فريضة الله على عباده في الحج ادركت ابى شيخا كبيرا لا يثبت على الراحلة افأحج عنه قال : نعم وذلك في حجة الوداع (صحیح بخاری رقم الحديث ۱۵۱۳ / صحیح مسلم رقم الحديث ۱۳۳۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس سواری پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا، اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرے باپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔

امام بخاری کی دوسری روایت: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اتى رجل النبی ﷺ فقال له ان اختی قد نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی ﷺ لو کان علی دین اکنت قاضیه قال : نعم قال فاقض الله فهو احق للقضاء (صحیح بخاری رقم الحديث ۶۶۹۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پس اللہ کا قرض ادا کرو، وہ قرض کی

ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

امام بخاری کی تیسری روایت : حدثنا مسدد حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان امرأة جاءت الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت انی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افأحج عنها؟ قال نعم حجی عنها رأیت لوکان علی امک دین اکت قاضیتہ قالت نعم فقال فاقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء (صحیح بخاری رقم الحدیث ۷۳۱۵)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو، بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو، کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

امام بخاری کی چوتھی روایت: عن عائشة ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطأ فی سواد ویرک فی سود وینظر فی سواد فأتی به لیضحی به فقال لها یا عائشة هلمی المدیة ثم قال اشحذیها بحجر ففعلت ثم اخذها واخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال باسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد ثم ضحی به (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۹۶۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سینگھوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا، وہ مینڈھا لایا گیا تا کہ آپ اس کی قربانی کریں، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو، انھوں نے اس چھری کی دھار تیز کی، پھر آپ نے چھری پکڑی اور اس مینڈھے کو گرا کر اس کو ذبح کیا، پھر یہ دعا کی ”بسم اللہ، اے اللہ! اس کو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما، پھر اس کو قربان کر دیا۔

امام حافظ نور الدین پٹنمی روایت کرتے ہیں: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من حج عن ميت فللذي حج عنه اجره، و من فطر صائماً فله مثل اجره و من دعا الى خير فله مثل اجر فاعله (مجمع الزوائد ج ۳ / ۴۶۱ رقم الحديث ۵۶۸۶)

ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس کے لیے ثواب میت کے مثل ثواب ہوگا۔ اور جو روزہ دار کو افطار کرائے اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اور جو کسی کو نیک کام کی دعوت دے اسے نیکی کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

امام حافظ نور الدین پٹنمی کی ایک اور روایت ہے: قال رسول الله ﷺ اذا تصدق بصدقة تطوعا فيجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرها ولا ينتقص من اجره شيئاً؛ (مجمع الزوائد ج ۳ / ۲۵۳ رقم الحديث ۴۷۶۹)

ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنا چاہے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی جانب سے صدقہ کر دے کہ انہیں اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی فتاویٰ رضویہ میں نقل فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من مر على المقابر وقرأ قل هو الله احد، احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات. رواه الدار قطنى والطبرانى والديلمى والسلفى عن امير المؤمنين على كرم الله تعالى وجهه الكريم (فتاوى رضويه كتاب الجنائز)

ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبرستان سے گزرے اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے اسے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ اسے دارقطنی، دیلمی اور سلفی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔



سنن الدارقطنی میں ہے: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما ( الدارقطنی ج ۱ / ۲۵۸۴ )  
ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو اس آدمی کی جانب سے بھی قبول کیا جائے اور ان کے والدین کی جانب سے بھی۔

الدارقطنی میں ہے: عن جابر ابن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من حج عن ابیه وامه فقد قضی عنه حجة وکان له فضل عشر حجج۔ ( الدارقطنی ۲۵۸۷ )

ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو بے شک اس نے اس کی جانب سے حج ادا کر دیا اور خود دس حج کی فضیلت پائی۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

تفسیر مظہری میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرماتے، کسی گھر کا کوئی آدمی فوت ہوتا ہے اور گھر والے اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرئیل امین نور کے ایک تھال میں رکھ کر اسے تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہے پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: اے گہری قبر والے! یہ تحفہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیرے لیے بھیجا ہے اسے قبول کر لے اور اس کی قبر میں اسے داخل کر دیتا ہے جس سے قبر والا خوش ہوتا ہے اس کے وہ پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں کوئی چیز تحفہ کے طور پر نہیں بھیجی جاتی۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۸۵)

مذکورہ تمام احادیث سے ایصال ثواب کا نہ صرف جواز، بلکہ اس کی ترغیب و تاکید کا ثبوت ملتا ہے۔

## ایصال ثواب کا ثبوت فقہی عبارتوں سے

علامہ برہان الدین مرغیانی فقہ کی مشہور کتاب،، ہدایہ،، میں فرماتے ہیں:

”ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها عند اهل السنة والجماعة لما روى عن النبي ﷺ انه ضحى بكبشين املحين احدهما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقر بوحداية الله تعالى وشهد له بالبلاغ جعل تضحية احدي الشاتين لامته والعبادات انواع مالية محضة كالزكوة وبدنية محضة كالصلوة ومركبة منهما كالحج والنيابة تجرى فى النوع الاول فى حالتى الاختيار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجرى فى النوع الثانى بحال لان المقصود وهو اتعاب النفس لا يحصل به وتجرى فى النوع الثالث عند العجز للمعنى الثانى وهو المشقة بتنقيص المال ولا تجرى عند القدرة لعدم اتعاب النفس والشرط العجز الدائم الى وقت الموت لان الحج فرض العمرو فى الحج النفل تجوز الانابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع ثم ظاهر المذهب ان الحج يقع عن المحجوج عنه وبذلك تشهد الاخبار الواردة فى الباب كحديث الخثعمية فانه عليه السلام قال فيه حجي عن ابيك واعتمرى وعن محمدان الحج يقع عن الحاج وللأمر ثواب النفقة لانه عبادة بدنية وعند العجز اقيم الانفاق مقامه كالفدية فى باب الصوم،، (هدايه ۱/ ۲۹۶)

ترجمہ: دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچادے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا کوئی اور عمل (مثلاً تلاوت قرآن اور اذکار) یہ اہل سنت و جمات کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے، کیوں کہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دوسرے کئی رنگ کے خسی مینڈھے ذبح کیے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے جب آپ نے ان مینڈھوں کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا تو آپ نے یہ دعا پڑھی ”انسی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتى لله رب العلمین لا شریک له، وبذلك امرت وانا اول المسلمین“۔ اے اللہ! یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے محمد ﷺ کی طرف سے اور اس کی امت کی طرف سے،

بسم اللہ اکبر پر آپ نے ان کو ذبح کر دیا، آپ نے دو مینڈھوں میں سے ایک کی قربانی امت کی طرف سے کی ہے اور عبادات کے کئی اقسام ہیں:- مالیہ محضہ، مثلاً زکوٰۃ، بدنیہ محضہ مثلاً نماز، ان دونوں سے مرکب، مثلاً حج، اور قسم اول (مالیہ محضہ) میں اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں مقصود حاصل ہے نائب کے فعل سے۔ اور قسم ثانی (بدنیہ محضہ، مثلاً نماز) میں نیابت جاری نہیں ہوتی، کیوں کہ اس میں مقصود ہے نفس کو مشقت میں ڈالنا اور وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور قسم ثالث (جو مال اور بدن سے مرکب ہو، مثلاً حج) اس میں عجز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں مال کم ہونے سے مشقت حاصل ہوتی ہے اور جب انسان عاجز نہ ہو، بلکہ قادر ہو، کیوں کہ اس میں نفس کو تھکانے کی مشقت نہیں ہے، اور شرط یہ ہے کہ موت تک دائمی عجز رہے، کیوں کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے، کیوں کہ نفل کے باب میں وسعت ہے، پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے ختمی عورت سے فرمایا تھا: ”تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو“ اور امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ ”حج“ حج کرنے والے کی طرف سے ہوگا اور حج کرانے والے کے لیے مال خرچ کرنے کا ثواب ہوگا، کیوں کہ یہ عبادت بدنیہ ہے اور عجز کی صورت میں مال خرچ کرنے کو عبادت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے: روزہ میں فدیہ دینے کو روزے کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔

امام نووی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

”یصلہ ثواب الدعاء، و ثواب الصدقة بالاجماع، واختلفوا فی ثواب القراءة“ (فتاویٰ الامام النووی ۱۶۵) یعنی ”میت کو دعا و صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اس پر فقہاء کا اجماع ہے، قرآن کریم پڑھ کر مردوں کو ثواب پہنچانے میں ائمہ کا اختلاف ہے،،۔ شرح عقائد میں ہے:

”وفی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتهم ای صدقة الاحیاء عنہم ای عن الاموات نفع لہم ای للاموات خلافا للمعتزلة“ (شرح عقائد نسفی)

۱۲۳، ترجمہ: زندوں کا مردوں کے لیے دعا اور مردوں کی طرف سے صدقہ کرنا مردوں کے لیے نفع بخش ہے۔ مگر معتزلی اس کا انکار کرتے ہیں۔

خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

”وفی البحر من صام او صلیٰ او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جازو یصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة، كذا فی البدائع ثم قال وبهذا علم انه لا فرق بین ان یكون المجمعول له میتا او حیا والظاهر انه لا فرق بین ان ینوی به عند الفعل للغير او یفعله لنفسه ثم بعد ذالك یجعل ثوابه لغيره لا طلاق كلامهم وانه لا فرق بین الفرض والنفل“۔ (ردالمحتار کتاب الصلاة ۲/ ۲۶۴)

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے کہ جس شخص نے روزہ رکھا، نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب کسی مردہ یا زندہ کو بخشا تو اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے اور اس کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا۔ یہی بدائع میں بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کو ثواب پہنچایا جائے وہ مردہ ہے یا زندہ۔ اور یہ بھی فرق نہیں ہے کہ کام کرتے وقت دوسرے کی نیت کی یا نہیں یا صرف اپنی اور اس کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو بخشے، کلام کے مطلق ہونے کی وجہ سے

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان او صوما او صدقة او غيرها كالحج وقراءة القرآن والاذکار وزيارة القبور الانبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع“، (فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير ۱/ ۲۵۷)

ترجمہ: اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچادے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا کوئی اور عمل۔ جیسے: حج، تلاوت قرآن، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، شہدائے کرام، اولیا اور صالحین کے مزارات

کی زیارت، مردوں کو کفن دینا اور دوسرے نیک کام -

حضرت ملا علی قاری ”شرح فقہ اکبر“ میں فرماتے ہیں:

”فذهب ابو حنیفہ واحمد وجمهور السلف الی وصولها“۔ (شرح فقہ اکبر ۱۵۸) یعنی امام اعظم ابو حنیفہ امام احمد بن حنبل اور جماہیر امت کا مسلک یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی در مختار میں فرماتے ہیں:

”الاصل ان کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة (در مختار ۲/ ۶۵۴)

ترجمہ: اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے، اگرچہ اداے عبادت کے وقت خود اپنے لیے کرنے کی نیت رہی ہو ظاہر دلائل سے یہ ثابت ہے۔

اسی کے تحت علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

”سواء كانت صلوة او صوما او صدقة او قراء ة او ذكرا و طوافاً او حجاً او عمرة ؛ أ و غير ذلك من زيارة قبور الانبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والاولياء والصالحين ؛ وتكفين الموتى ؛ وجميع أنواع البر كما في الهندية“، (ج ۲ / ص ۶۵۴)

ترجمہ: خواہ نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا تلاوت اذکار ہو یا طواف حج یا عمرہ یا اس کے علاوہ اور کوئی نیک عمل جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، شہداء اولیا اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مردوں کو کفن دینا، اور دوسرے نیک کام۔

### کھانے کی چیز سامنے رکھ کر دعا کرنے کا ثبوت

ایصال ثواب کی صحت کے لیے نیاز (ماکولات و مشروبات یعنی کھانے اور پینے کی چیزوں) کا پیش نظر ہونا ضروری نہیں ہے، سامنے نہ ہو تب بھی ایصال ثواب ہو جائے گا۔ جیسا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں۔

”فاتحہ و ایصال ثواب کے لیے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں“، (فتاویٰ

رضویہ ۲/۲۲۵)

لیکن یہ ممنوع بھی نہیں، بلکہ حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے مستحسن ہے  
ماکولات و مشروبات (کھانے اور پینے کی چیزوں) کو سامنے رکھ کر دعا کرنا درجہ ذیل صحیح  
حدیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

”عن ابی ہریرۃ او عن ابی سعید شک الاعمش قال لما کان یوم  
غزوة تبوک اصاب الناس مجاعة قالوا یا رسول اللہ لو اذنت لنا فنحرنہ نواضحنا  
فاکلنا وادھنا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعلوا قال قال فجاء عمر  
فقال یا رسول اللہ ان فعلت قل الظهر ولكن ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع  
اللہ لهم علیہا بالبرکۃ لعل اللہ ان يجعل فی ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نعم: قال فدعا بنطع فبسطہ ثم دعا بفضل ازوادهم قال فجاء  
الرجل یجیء بکف ذرۃ قال: وجعل یجیء الآخر بکف تمر وقال ویجئ الآخر  
بکسرة حتی اجتمع علی النطع من ذلک شیء یسیر قال فدعا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم بالبرکۃ ثم قال لهم خذوا فی او عیتکم قال فاخذوا فی او عیتهم  
حتی ماترکوا فی العسکر وعاءً الا ملئوہ قال فاکلوا حتی شبعوا وفضلت فضلة  
فقال لهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول  
اللہ لا یلقى اللہ بہما عبد غیر شاک فیحجب عن الجنة“ (صحیح مسلم شریف  
ج ۲ ص ۴۲-۴۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا  
کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر  
کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی  
، اسی دوران حضرت عمر آگئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر اونٹ ذبح  
کر کے کھالیں تو سواریاں کم ہو جائیں گی، البتہ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیا جائے اور اس پر



برکت کی دعا فرمادیں؛ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا گیا کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جو اور کوئی کھجوریں اور کوئی بچی ہوئی روٹی کے ٹکڑے لے کر آیا، یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب اپنے اپنے برتنوں کو بھر لیں۔ چنانچہ تمام صحابہ نے اپنے اپنے برتن بھر لیے، یہاں تک کہ تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور پھر بھی کھانا بچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت:

”عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
من قال اشهد ان لا اله الا الله وحده وان محمداً عبده، ورسوله، وان عيسى عبد  
الله وابن امته و كلمته القاها الى مريم وروح منه وان الجنة حق وان النار حق  
ادخله الله من اى ابواب الجنة الثمانية شاء“ (صحيح مسلم ج ۱ ص ۴۳)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی بندی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں، جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف القا کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں؛ اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گا اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چیزیں سامنے رکھ کر دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں، بلکہ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

لہذا اہل سنت و جماعت کے یہاں فاتحہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ احادیث کی روشنی

میں جائز و مستحسن ہے۔

## ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، چنانچہ امام نووی کتاب الاذکار میں روایت نقل فرماتے ہیں:

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ“ (الاذکار ۵۲۲)

امام عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی روایت کرتے ہیں:

”پہلی حدیث: عن سلمان، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان ربکم حی کریم یتحیی من عبدہ ان یرفع الیہ فیردہما صفراء، او قال: خائبین“ (سنن ابن ماجہ، ج ۶ ص ۶۶۶)

ترجمہ: حضرت سلمان سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب تبارک و تعالیٰ حیا و کرم والا ہے۔ بندہ جب اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اس کو (رد کرنا) خالی پھیر دینا اس کی شان کریمی کو گوارہ نہیں ہوتا۔

دوسری حدیث: حدثنا محمد بن الصباح: حدثنا عائذ بن حبيب، عن صالح بن حسان، عن محمد بن كعب القرظي، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا دعوت الله فادع ببطون كفيك، ولا تدع بظهورهما، فاذا فرغت فامسح بهما وجهك (سنن ابن ماجہ، ج ۶ ص ۶۶۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بارگاہ الہی میں دعا کرو تو اپنی ہتھیلی کا پیٹ سامنے ہو اس کی پیٹھ سامنے نہ ہو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لو۔

امام حاکم مستدرک میں روایت کرتے ہیں:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذا سألتم اللہ فاسألوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها وامسحوا بها وجوهكم“

(المستدرک علی الصحیحین ۱- ۴۶۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو تو اپنی ہتھیلی کا پیٹ سامنے ہو اس کی پیٹھ سامنے نہ ہو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لو۔  
مشکوٰۃ شریف میں ہے:

”قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتم الله فاسئلوا بيطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها“ (مشکوٰۃ شریف كتاب الدعوات ۱۹۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے پیٹ اپنے چہرے کی طرف کیا کرو اس کی پیٹھ سامنے نہ ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں:  
”كان اذا دعا جعل بطن كفيه الى وجهه“: یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود جب دعا کرتے تھے تو ہاتھ اٹھانے میں ہتھیلی منہ کی طرف کرتے تھے۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان اور عمل دونوں سے ثابت ہے کہ دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا جائز و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

## فاتحہ کے لیے کھانے کا سامان کیسا ہونا چاہیے اور کس

### کو دینا چاہیے؟

فاتحہ کسی بھی کھانے کی چیز پر ہو سکتی ہے، لیکن ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے اور کسی بد مذہب کو نہ دیا جائے۔ جیسا کہ مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی رقمطراز ہیں۔

”نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوا یا شکر، یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کر لی گئی ہوں، بانٹنے کا اختیار ہے، جس سنی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سید ہو، اور خود بھی تبرک کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ

عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ میں لکھا ہے، نیاز کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سید کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقراءِ مسلمین کا حق ہے۔ اور بد مذہبوں خصوصاً وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ۲/۲۲۶)

### ایصالِ ثواب کا کھانا کس کو کھانا چاہیے؟

امواتِ مسلمین کی ارواح کو ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا پکایا جاتا ہے، بعض حضرات جہالت سے اسے دعوت کا نام دیتے ہیں یہ غلط ہے اس قسم کی دعوت میں اغنیاء کو جانا جائز ہے، لیکن دعوت کا نام نہ دیں اور اغنیاء کھالیں تو حرج نہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی تحریر سے یہی واضح ہے، وہ فرماتے ہیں:

”طعام کی تین قسم ہے۔ ایک وہ کہ عوامِ ایمان موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ نا جائز و ممنوع ہے لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کیلئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے، فقراء اس کے لیے احق ہیں اغنیاء کو نہ چاہیے۔ تیسری وہ طعام کہ نذر ارواحِ طیبہ حضراتِ انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور باعثِ برکت ہے برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آ جاتی ہے، مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ اس میں مصیب ہیں۔ (ثواب پانے والا) ائمہ دین نے بسند صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماعِ صوفیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نذر حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بدرہ زر رکھا ہوا تھا حالتِ وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اس سے لگ گیا۔ فوراً رب العزت جل وعلا نے ان کا حال ولایت سلب فرمالیا۔ نسٹال اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۴/۲۱۴)

مردے کے نام سے پکایا ہوا کھانا اگر مالدار کھائے تو

کیا مردے کو ثواب ملے گا؟

اس سلسلے میں امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

”عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں ولہذا اسے فاتحہ کا کھانا چہلم وغیرہ کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز یہ میں لکھتے ہیں۔ وار دست کہ مردہ کریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادری می برد و صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکاراوی آید۔ ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد و کوشش تمامی نمایند اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے۔ اور عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فی کل ذات کبد حری اجر۔ ہر گرم جگہ میں ثواب ہے۔ یعنی جس زندہ کو کھانا کھلائے گا۔ پانی پلائے گا۔ ثواب پائے گا۔ اخرجه البخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ و احمد عن عبد اللہ بن عمرو و ابن ماجہ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنہم حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فیما یاکل ابن آدم اجر و فیما یاکل السبع اجر و الطیر اجر۔

جو کچھ آدمی کھائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھائے اس میں ثواب ہے جو پرند کو پہنچائے اس میں ثواب ہے۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و صحیح سندہ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما اطعمت زوجک فهو لك صدقة و ما اطعمت ولدک فهو لك صدقة و ما اطعمت خادمک فهو لك صدقة و ما اطعمت نفسک فهو لك صدقة جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے یعنی جب کہ نیت محمود اور ثواب مقصود ہو۔ اخرجه الامام احمد و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدم بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ر و المختار میں بحر الرائق سے ہے۔ صرح فی الذخیرۃ بان التصدق علی

الغنى' نوع قربة دون قربة الفقير۔ درمختار میں ہے۔ الصدقة لا رجوع فيها ولو على غنى لان المقصود فيها الثواب اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے مجمع بحار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے الصدقة ما تصدقت به على الفقراء ای غالب انواعها كذلك فانها على الغنى جائزة عندنا يثاب به بلا خلاف اور مدارک انیت پر ہے انما الاعمال بالنيات تو جو کھانا فاتحہ کیلئے پکایا گیا، بلا تے وقت اسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا۔ جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجیوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام کر کے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی کما نصوا علیہ فی عامة الكتب۔ لہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم و موجب ثواب ہے اگرچہ وہ اغنیاء ہوں وقد عرف ذلك في الشرع بحيث لا يخفى الا على جاهل اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی فعل ہو اس کا ثواب میت کو پہنچا سکتا ہے کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں کما تبين ذلك في كتب اصحابنا رحمهم الله تعالى امام عینی نبایہ میں فرماتے ہیں الاصل ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقة او غيرها ش كالحج وقراءة القرآن والاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر والعبادة كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها او بدنية كالصوم والصلوة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء او مركبة منها كالحج والجهاد وفي البدائع جعل الجهاد من البدنيات وفي المبسوط جعل المال في الحج شرط الوجوب فلم يكن الحج مركبا قیل هو اقرب الى الصواب ولهذا ليشترط المال في حق المكي اذا قدر على المشي الى عرفات فاذا جعل شخص ثواب ما علمه من ذلك الى اخر يصل اليه وينتفع به حيا كان المهدى اليه او ميتا اه ونقلنا عبارة الشرح بطولها لما فيها من الفوائد

یوں بھی اس نیت محمود میں کچھ خلل نہیں۔ اگرچہ افضل وہ ہی تھا کہ صرف فقراء پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر



۔ پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں۔ جبکہ نیتِ ثواب پہنچانا ہے ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمانداری کی نیت سے پکائے جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں۔ تو اسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اسکا قبول کرنا چاہیے۔ کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعتِ سیئہ ہے جس طرح میت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے پان چھالیا کا اہتمام میت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ و ایصالِ ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت و مہمانداری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں کما بیناہ ذلک فی فتاوانا یو ہیں چہلم یا برسی یا ششما ہی پر جو کھانا بے نیت ایصالِ ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں وہ بھی بے اصل ہے۔ جس سے احتراز چاہیے ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں آنچہ بعد از سالے یا ششما ہی یا چہلم روز دریں دیار پزند و در میان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ خورند اہ ہکذا نقل عنہ شیخ الاسلام فی کشف الغطاء خصوصاً جب اسکے ساتھ ریا و تفاخر مقصود ہو جب تو اس فعل کی حرکت و ممانعت میں اصلاً کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یوکل قال المنادی ای المتعارضین بالضيافة فخر اور ریا لانہ للریاء لالہ یعنی جو کھانے تفاخر و ریا کیلئے پکائے جاتے ہیں ان کے کھانے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اخرجه ابو داؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا باسناد صحیح۔ مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔ ہذا ہو بحمد اللہ القول الوسط لاوکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب ومن افرط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ / ص ۲۲۸)

کیا غیر مسلموں کی دکان کی مٹھائی پر فاتحہ جائز ہے؟

غیر مسلموں کی دکان کی مٹھائی سے بچنا چاہیے، لیکن اگر اس پر فاتحہ دلائی گئی تو یہ

جائز ہے، کیونکہ جب تک کسی چیز کی نجاست کا یقین نہ ہو اس پر طہارت ہی کا حکم ہوگا اور ہر ایسی پاک چیز جو حلال طریقے سے حاصل کی گئی ہے اس پر فاتحہ دینا جائز ہے، اس لیے غیر مسلموں کی دکان کی مٹھائی پر فاتحہ دینا جائز ہے، لیکن مسلم کے دوکان کی مٹھائی پر فاتحہ دینا متعدد وجوہ سے افضل ضرور ہے۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے روشنی ملتی ہے۔

”کفار ہنود کی بے احتیاطیاں کون نہیں جانتا نہ ان کے یہاں نجاسات سے اجتناب ہے نہ اصول طہارت سے واقف، مگر معاملہ طہارت و نجاست میں محض اوہام کا اعتبار نہیں، اصل طہارت ہے جب تک نجاست کا یقین نہ ہو کسی خاص شئی میں حکم نجاست نہ ہوگا محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”بہ نأخذ مالہم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ“ مگر ان قلمچو کی یہاں کے کھانے شیرینی وغیرہ سے جہاں تک ممکن ہو اجتناب ہی چاہیے خصوصاً مجلس میلاد شریف اور فاتحہ میں ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی سے پرہیز و گریز کرنا چاہیے، ہر چیز پر فاتحہ ہو سکتی ہے پلاؤ وغیرہ روٹی گوشت چاول ان سب پر فاتحہ ہو سکتی ہے اور اگر مٹھی ہی چیز چاہیں تو بلا تکلف ہر شخص کے یہاں حلوا تیار ہو سکتا ہے اس پر نیاز دلائیں یا چھوہارا کھجور اور دیگر پھلوں پر فاتحہ دے کر تقسیم کریں ہندو کی یہاں کی مٹھائی کیوں خریدیں، (فتاویٰ امجدیہ ۴/۲۷، ۲۸)

### بد مذہبوں کو فاتحہ کی چیز دینا کیسا ہے؟

فاتحہ کی چیز تقسیم کرنے کا اصل مقصد تصدق، تبرک اور تقرب الی اللہ (ثواب) یعنی رب تبارک و تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہے اور غیر مسلم جو سرے سے ثواب کا اہل ہی نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے (لا خلاق لہم فی الآخرة) یعنی آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں (کنز الایمان)، تو اس کو فاتحہ کی چیز دے کر تقرب الی اللہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے، جبکہ ان کا دشمنان اسلام سے ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

سورہ ممتحنہ میں ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم

اولیاء تلقون الیہم بالمودة وقد کفروا بما جاء کم من الحق (الممتحنہ، ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں

پہونچاتے ہو دوستی سے۔ حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔  
(کنز الایمان)

وہ جو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک نہیں ہرگز وہ فاتحہ کی چیز لینے کا اہل نہیں ہے۔ متبرک چیز تو صرف اور صرف ان حضرات کے لیے ہے جن کا دل نور ایمان سے منور ہے اور جس کا دل ایمان سے ذرہ برابر حصہ نہیں رکھتا ہے اس کا حصہ متبرک چیز میں نہیں، بلکہ مغالطہ میں ہے اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ (الخبیثۃ للخبیثین والخبیثون للخبیثۃ والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت) (پ ۱۸، آیت ۲۶)

ترجمہ: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے (کنز الایمان)

ایسے اشخاص کو فاتحہ کی چیز دینے سے رب تبارک و تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہوگی کہ یہ دشمن خدا و رسول ہیں جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لہذا جن بندوں سے رب تعالیٰ راضی نہیں انہیں فاتحہ کی چیز ہرگز نہ دی جائے اور جن سے راضی ہے ان پر تقسیم کی جائے۔ اور رب تعالیٰ کی رضا والی جماعت مؤمنین کی جماعت ہے جس پر قرآن کریم ناطق و شاہد ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا (کنز الایمان)۔

سورہ توبہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ إِلَى اللَّهِ الْمُقَرَّبُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (التوبة ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جنکے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے (کنز الایمان)

اس لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے یا کسی بھی کار خیر کے لیے کوئی چیز کسی بھی غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔ ایسے لوگوں سے دور رہنے کی تاکید آئی ہے۔

قرآن کریم میں سورہ مجادلہ میں ہے ”لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كان آباءهم وابنائهم واخوانهم او عشيرتهم“ (المجادلة ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں (کنز الایمان)

### بد مذہبوں کے لیے ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟

دیدہ و دانستہ کسی بد مذہب کی بد عقیدگی پر مطلع ہو کر ایصالِ ثواب حرام ہے، بلکہ اگر بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو اور اس کے کفر پر اطلاع بھی ہے تو اسے مسلمان جان کر ایصالِ ثواب یا دعاے مغفرت کفر ہے کہ نصوص قطعہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔

قرآن کریم میں ہے۔ مالہ فی الآخرة من خلاق (البقرہ ۱۰۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ”لا خلاق لهم فی الآخرة“ (آل عمران ۷۷) یعنی آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں (کنز الایمان،)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ما کان للنبی والذین امنوا ان يستغفروا وللمشرکین ولو کانوا اولیٰ قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم۔ (سورہ توبہ ۱۱۳)

ترجمہ: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ خود و زنی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ۔ (التوبة، ۸۴)  
ترجمہ: اور ان میں سے کبھی کسی کی میت پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فتنہ ہی میں مر گئے۔ (کنز الایمان)  
اس آیت کے تحت امام شیخ محمد بن طاہر التحریروالتویر میں فرماتے ہیں:

وسبب نزول هذه الآية مارواه البخاري والترمذي من حديث عبد الله بن عباس عن عمر بن الخطاب قال لما مات عبد الله بن أبي بن سلول دعى له رسول الله ليصلي عليه فلما قام رسول الله وثبت اليه فقلت يا رسول الله أتصلي على ابن أبي وقد قال يوم كذا وكذا، كذا وكذا عدد عليه قوله فتبسم رسول الله وقال: آخر عني يا عمر فلما اكثرت عليه قال: اني خیرت فاخترت لو اعلم اني لو زدت على السبعين يغفر له لزدت عليها قال: فصلی عليه رسول الله ثم انصرف فلم يمكث الا يسيرا حتى نزلت الآيتان من براءة ﴿ وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا ﴾ الى قوله ﴿ وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ قال: فعجبت بعد من جرأتی على رسول الله والله وأعلم اهـ۔ وفي رواية أخرى فلم يصل رسول الله على أحد منهم بعد هذه الآية حتى قبض ﷺ وانما صلى عليه وأعطاه قميصه ليكفن فيه اكراما لابنه عبد الله وتأليفا للخزرج۔ (التحریر والتنویر ج ۵ / ص ۲۸۴)

ترجمہ: آیت کریمہ ﴿ وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا ﴾ الى قوله ﴿ وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ کے نزول کا سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جب مرا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ حالانکہ فلاں دن اس نے ایسا ایسا کہا ہے؛ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں جو اس نے کہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عمر! مجھے چھوڑ دے جب عمر نے



نہ پڑھانے پر اصرار کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کر سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنی اس جرات پر بعد میں بہت افسوس ہوا کہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، میں نے ایسی اور اس طرح کی جرات کیوں کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد تاحیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ عبد اللہ بن ابی سلول کو اپنی قمیص میں کفن دینے کی وجہ اس کے فرزند عبد اللہ کی دلجوئی اور بنی خزرج کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالنا تھا۔ اس آیت کے تحت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔ مسئلہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں ہے (خزائن العرفان)۔

بد مذہبوں کے لیے ایصال ثواب سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

”کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں۔ اسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب، کہ نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ ومالہم فی الآخرة من خلاق، انھیں ایصال ثواب کرنا، معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے، رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں! جو تبرائی نہیں۔ جیسے تفضیلی انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں، جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، (انکم اذا مثلہم) یہ بھی انہی میں شمار ہوگا۔

### ایک شبہ

ما سبق کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں کے لیے ایصال ثواب و دعاے



مغفرت جائز نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارکہ کیسے عطا فرمائی اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

بخاری شریف میں ہے: حدثنا: ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا ابواسامة حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال لما توفي عبد الله بن ابي بن سلول جاء ابنه عبد الله بن عبد الله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله ان يعطيه قميصه يكفن فيه اياه فاعطاه ثم سأل ان يصلى عليه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلى عليه فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اتصلى عليه وقد نهاك الله ان تصلى عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خيرنى الله فقال استغفر لهم اولاً تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة وسأزيده على السبعين قال انه منافق فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ولا تصل على احد منهم مات ابداً ولا تقم على قبره - (بخاری شریف رقم ۶۷۰/۴/مسلم شریف رقم ۲۴۰۰/۲۷۷۴)

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں، جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی، پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو، اگر تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کیا، اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے

کہا: وہ منافق ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ ان (منافقین) میں سے جو شخص بھی مرجائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں،  
تفسیر قرطبی میں ہے:

قال ابن عمر: لما توفي عبد الله بن ابي بن سلول جاء ابنه عبد الله الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسأله ان يعطيه قميصه يكفن فيه اباه فاعطاه ثم سأله ان يصلي عليه فقام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال عمر وأخذ بثوب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله، أتصلي عليه وقد نهاك الله ان تصلي عليه؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (انما خيرني الله تعالى فقال: استغفرلهم اولا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعين مرة [التوبة: ۸۰] وسأزيد على سبعين قال: انه منافق فصلي عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانزل الله عز وجل - (تفسير قرطبي ج ۸ ص ۱۳۹ / تفسير المنار ۱۰ / ۵۰۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جب فوت ہوا تو اس کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، آپ نے انھیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے حضرت عمر بن خطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کس کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ اور فرمایا استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن يغفر الله لهم (سورہ توبہ آیت ۸۰) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا، آپ نے فرمایا: میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ

اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون“ (سورہ توبہ ۸۴) اور آپ ان میں سے کسی کے میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ کبھی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۲/صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۴)

معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل میں ہے

قال عمر سمعت جابر بن عبد اللہ قال أتى رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن أبی بن سلول بعد ما أدخل فی حفرته ، فامر به فأخرج فوضعه علی ركبتيه ونفث فیہ من ريقه والبسه قميصه (معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل ج ۳/ص ۵۵)

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب عبد اللہ بن ابی کو دفن کیا جا چکا تھا آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا تو وہ باہر نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کا سراپنہ گھٹنے پر رکھا اور اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالا اور اپنی قمیص اسے پہنائی۔

### ازالہ شبہ

سید العرب والعجم امام المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عبد اللہ بن ابی سلول کے احوال و کوائف سے آگاہ تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے، لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی مقدس قمیص عطا کیا، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے اسے کچھ فائدہ تو نہیں ہوگا، لیکن اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوگا اور وہ یہ کہ اس عمل سے ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوں گے؛ نیز حضرت عبد اللہ جو مخلص صحابی تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کافی محبت رکھتے تھے ان کی دل جوئی بھی ہو جائے گی۔ اور دنیا نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے ہزاروں افراد دامن

اسلام میں سمٹ کر آ گئے ۔

امام بغوی تفسیر بغوی میں نقل فرماتے ہیں :

روی عن جابر قال : لما كان يوم بدر اتى بالاسارى واتى بالعباس ولم يكن عليه ثوب فوجدوا قميص عبد الله بن ابي يقدر عليه فكساه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلذلك نزع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قميصه الذى البسه عبد الله قال ابن عيينة : كان له عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يد فاحب ان يكافئه وروى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كلم فيما فعل بعبد الله بن ابي فقال صلى الله تعالى عليه وسلم : وما يغنى عنه قميصى وصلاتى من الله شيئا والله انى كنت ارجو ان يسلم به الف من قومه وروى انه اسلم به الف من قومه لما راوه يتبرك بقميص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“ (تفسير بغوی ج ۲ ص ۳۱۷)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بدر کے دن قیدیوں اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبد اللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنادی، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبد اللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: عبد اللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا گیا کہ عبد اللہ بن ابی نے کیا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔

شارح بخاری علامہ شہاب الدین قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

قال : وما يغنى عنه قميصى من الله وانى لا ارجو أن يسلم بذلك الف

من قومه ، وقد روى ان الفا من الخزرج اسلموا لما رأوه يستشفى بثوبه ويتوقع اندفاع العذاب عنه به - (ارشاد الساری ج ۱۰ / ص ۲۶۷)  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے شفاء حاصل کر رہا ہے اور اس سے عذاب الہی سے بچنے کی امید کرتا ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی بھی یہی فرماتے ہیں:

وروى فى بعض الاخبار انه صلى عليه، والبسه قميصه، فقيل له: تلبس عدو الله قميصك فقال: انى لارجوان يسلم بقميصى من بنى الخزرج الف، فذكر انه لما فعل ذلك اسلم الف رجل من المنافقين - (تأویلات اهل السنة تفسير الماتریدی ۵ / ۴۴۰)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص مبارکہ کفن کے لیے عطا فرمایا تو صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے دشمن کو اپنی قمیص پہنا رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اسے میری قمیص دینے کی وجہ سے بنی خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے ایک ہزار منافقین اسلام میں داخل ہو گئے۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ عبد اللہ بن ابی سلول کو کفن کے لیے اپنی قمیص مبارکہ عنایت فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی، لیکن چونکہ اس وقت تک اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ



آپ کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا، اس لیے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انھیں پہنایا تھا، حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی، چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔ (خزان العرفان، سورہ توبہ، ۸۳)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں:

”بلکہ صحاح ستہ سے ثابت ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی منافق کہ سخت دشمن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمہ ملعونہ لُئِن رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، کہا: جہنم واصل ہوا، حضور پر نور حلیم غیور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبد اللہ بن ابی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل و مومن کامل تھے۔ اس کے کفن کے واسطے اپنی مقدس قمیص عطا فرمایا، پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اسے رکھ چکے تھے حضور حلیم غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خبیث کو نکلوا کر لعاب دہن اقدس اس کے بدن پر ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قیدی بن کر آئے برہنہ تھے بوجہ طول قامت کسی کا کرتہ ٹھیک نہ آتا اس مروک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہل بیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہذا اپنے دو قمیص مبارک اسکے کفن میں عطا فرمائے و نیز مرتے وہ ریاکار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں پھر اسکے بیٹے حضرت عبد اللہ



رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ”یا رسول اللہ، یا کریم، یا رءوف، یا رحیم اسئالك الشفاعة عند المولى العظيم والوقاية من نار الجحيم والامان من كل بلاء اليم لى ولكل من امن بك وبكتا بك الحكيم عليك من ولاك افضل الصلوة واكمل التسليم،، پھر حکمت الہی اس عطاءے بے مثال میں یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف بہ اسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلیم ورحمت وعفو ومغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۳۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں جواب تحریر فرماتے ہیں:

أما جزم عمر بأنه منافق فجرى على ما كان يطلع عليه من أحواله: وأنما لم يأخذ النبي صلى الله عليه وسلم بقوله، وصلى عليه اجراء له على ظاهر حكم الاسلام كما تقدم تقريره واستصحابا لظاهر الحكم ولما فيه من اكرام ولده الذى تحققت صلاحيته ومصلحت الاستئلاف لقومه ودفع المفسدة، وكان النبي صلى الله عليه وسلم فى أول الأمر يصبر على أذى المشركين ويعفو ويصفح، ثم أمر بقتال المشركين فاستمر صفحه وعفه عمن يظهر الاسلام ولو كان باطنه على خلاف ذلك لمصلحة الاستئلاف وعدم التنفير عنه ولذلك قال: لا يتحدث الناس أن محمد يقتل اصحابه، فلما حصل الفتح ودخل المشركون فى الاسلام وقل أهل الكفر وذلوا أمر بمجاهرة المنفقين وحملهم على حكم مر الحق، ولا سيما وقد كام ذلك قبل نزول النهى الصريح عن الصلوة على المنافقين وغير ذلك مما أمر فيه بمجاهرتهم، وبهذا التقرير يندفع الاشكال عما وقع فى هذه القصة بحمد الله تعالى، قال الخطابى: انما فعل النبي صلى الله عليه وسلم مع عبدالله بن ابى مافعل لكمال شفقتة على من تعلق بطرف من الدين، ولتطبيب قلب ولده عبد الله

الرجل الصالح، ولتألف قومه من الخزرج لرياستة فيهم، فلولم يجب سؤال ابنه وترك الصلاة عليه قبل ورود النهي الصريح لكان سبة على ابنه وعارا على قومه، فاستعمل أحسن الأمرين في السياسة الى أن نهى فانتهى - قال فذكر لنا أن نبى الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال : ( وما يغنى عنه قميصى من الله، وانى لارجو أن يسلم بذلك الف من قومه، ) (فتح البارى شرح صحيح البخارى ۸/ ۴۲۸، ۴۲۹)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی سلول منافق ہے اس کا یہ یقین، چونکہ ابن ابی سلول کے ظاہر حال کی بنیاد پر تھا جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل نہیں کیا اور استصحاب حال اور اسلام کے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی مقصود تھی ”جو نہایت مخلص اور دیندار تھے اور اسکی قوم کے دلوں کو نرم کرنا اور ایک فتنہ کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء اسلام میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگزر کرتے تھے پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ آپ درگزر کرنے کا معاملہ رکھتے تاکہ وہ متنفر نہ ہوں اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ہو، اس لیے آپ نے فرمایا تھا: لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار تعداد میں بہت کم ہو گئے تو آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ لوگ حق کے خلاف ہیں۔ اور خاص طور پر ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا، جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی، ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس تحریر سے وہ دور ہو جاتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سلول کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس شخص کے ساتھ شفقت فرماتے جس کا تعلق دین سے معمولی بھی ہوتا، نیز آپ اس کے بیٹے

کی دل جوئی بھی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلوب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ سردار تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحۃً منع فرمانے سے پہلے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمادیتے تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہوتی اور وہ اپنی قوم میں عار محسوس کرتا، اس لیے آپ نے صراحۃً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے بہتر امر کو اختیار فرمایا پھر۔ (جنازہ پڑھانے سے عبد اللہ بن ابی سلول کو کچھ فائدہ تو نہ ہوا، لیکن جنازہ پڑھانے کی وجہ سے بے شمار افراد امن اسلام میں سمٹ آئے۔ جیسا کہ آگے فرماتے) امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے (اور لوگوں نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے)۔

امام محمد بن عبد الرحمن شیرازی شافعی جامع البیان میں فرماتے ہیں:

لما رأوا انه تبرك بقميصه أسلم من المنافقين يومئذ ألف ، وقال بعضهم: انما ألبسه مكافأة، لأن ابن سلول ألبسه ثوبه يوم بدر العباس فانه بين الأُسارى ليس له ثوب (جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲/۹۰)

ترجمہ: چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کی تو اس کی وجہ سے ایک ہزار منافق مسلمان ہو گئے۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انہیں پہنایا تھا حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔

امام حافظ ابو سلیمان خطابی اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

و كان ابو سعيد بن الأعرابي يتأول ما كان من الباس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اياه قميصه على معنى المجازاة له على قميص كان عبد الله بن ابي كساه العباس بن عبد المطلب ، فاراد صلى الله تعالى عليه وسلم ان

یکافئه علی ذالک لئلا یکون لمنافق عنده ید (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ۱/۳۵۲)

## ایصال ثواب کے لیے دن مقرر کرنا

ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا اگر اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ہے تو جب تک وقت اور دن کی تعیین نہیں ہوگی لوگوں کا آسانی سے جمع ہونا ممکن نہیں، اس لیے کسی بھی کام کے لیے وقت کی تعیین ضروری ہے۔ اور تعیین وقت سے کسی کو اختلاف بھی نہ کرنا چاہیے کہ اوقات غیر معینہ میں کوئی کام ممکن نہیں تو ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی وقت متعین ضرور ہوگا۔ کام بجالانے والا خود بھی جانتا ہے کہ اس طرح کی تعیین وقت شرعی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اسے شرعی و واجبی سمجھتا ہے۔ ہاں! جو اسے لازم مانے یہ جہالت ہے۔

ایصال ثواب یا کسی بھی کام کے لیے تعیین وقت کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) تعیین شرعی (۲) تعیین عادی

امام اہلسنت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

سخن گفت مانند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج است ہچوں سوم و چہلم و سر سال و ششماہ۔ اقول و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بردو گانہ است شرعی و عادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلا صوزت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایام نحر مراضیہ رایا آنکہ تقدیم و تاخیرش از اں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مرا حرام حج رایا آنکہ ثوابیکہ در او نبیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را و۔ عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند اما حدث از زمان ناگزیرست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود تعیین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعیین چارہ نیست۔ (الفتاویٰ الرضویہ، ج ۹ ص ۵۸۰) ترجمہ: اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جسکا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ اقول و بحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) شرعی (۲) عادی

(۱) شرعی: یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرما دیا ہے کہ اس کے علاوہ وقت میں وہ کام ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایام نحر۔

یابہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا جائز ہو، جیسے احرام حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ)

یابہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے جیسے نماز عشاء کے لیے تہائی رات۔

(۲) عادی: یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں۔ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لیے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مساوق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعین سے چارہ نہیں، (الفتاویٰ الرضویہ، ج ۹ ص ۵۸۰)

ہاں اسے اگر کوئی عادی کو شرعی سمجھے تو یہ جہالت اور شریعت سے ناواقفیت ہوگی۔ اسی میں امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

”باز اگر درین وقت معین مرتبے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود است فیہا ورنہ ہنگام تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ و دوراہ را ہے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت عیان ست و علی الثانی کم نہ ازاں کہ ایں تعین باعث تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات تعین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشاء صد بار درود و اگر ایں توفیت را از اقسام ثلاثہ توفیت شرعی نہ دانند ز نہار از شرع معاتب نشوند،۔ (الفتاویٰ الرضویہ، ج ۹ ص ۵۸۰)

ترجمہ: پھر اگر اس وقت معین کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور برابر



ہوں تو صاحب اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے ارادے سے کسے ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دورا ہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں ہے۔ اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس کو معین کر لینے سے یاد دہانی اور آگاہی ہوگی اور یہ ٹالنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہوگی ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر رکھتے ہیں تو جب وقت آتا ہے تو وہ کام یاد آ جاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاعلیں، عابدین اپنے ذکر و شغل اور عبادت کے لیے اوقات معین کر لیتے ہیں۔ کسی نے نماز صبح سے سو بار کلمہ طیبہ پڑھنا اپنے ذمہ کر لیا ہے، کسی نے نماز عشاء کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کر لیا ہے۔ اگر اس تعیین و توقیت کو توقیت شرعی کی تین قسموں سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عتاب نہیں، (الفتاویٰ الرضویہ، ۵۸۲/۹)

یہی وجہ ہے کہ ایک ہی بزرگ کے نام سے مختلف مہینوں میں سالانہ جشن مناتے ہیں، جبکہ تاریخ وفات ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ پھر بھی سالانہ کا نام دیتے ہیں یہ محض، اس لیے کہ لوگ اس دن بآسانی جمع ہو جائیں۔ یہ دن کی تعیین کوئی نئی ایجاد نہیں ہے، بلکہ یہ تو خود سرکار دو عالم [اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ بعض کاموں کے لیے وقت اور دن معین کیا کرتے تھے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی دن کے مقرر کرنے پر درج ذیل حدیثیں نقل فرماتے ہیں:

”حدیث میں آیا ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی زیارت کے لیے ہر سال کا وقت مقرر فرمالیا تھا۔ جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے۔ اور سنیچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور شکر رسالت کے لیے دو شنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی مشاورت کے لیے صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ



صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طلب علم کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ بن حبان، اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تقریر کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور علماء نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے، انہوں نے اپنے استاذ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اسکی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحب تنزیہہ الشریعہ نے فرمایا اور اسی طرح ایک جماعت علماء کا دستور رہا ہے۔ یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا کہ سید سرداراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت کی زیارت، زیارت نہیں، یا جائز نہیں، یا اس دن بندہ نوازی، امت پر توری اور قدم مبارک کی خاک پاک سے مزارات شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر جو اجر عظیم اس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوگا وہ دوسرے دن نہ ملے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصد یہ نہ تھا کہ پنجشنبہ کے علاوہ کسی دن وعظ نہیں، یا دوسرے دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے دن یہ اجر فوت ہو جائے گا، یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کر لی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کے تذکیرہ کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبان خیر آسانی سے جمع ہو جائیں۔ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ رہا ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرتبہ بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علم نبوت کا حصول، اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود۔ اور چہار شنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی امید، کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ ”جو کام بھی چہار شنبہ کو کیا جائے وہ پورا ہو،“۔ اور بعض دیگر میں یہی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاد دہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کار فرما ہے، اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ، اور انتہائے سال کی تعینات جو لوگوں میں جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص

مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی اور یاد دہانی کے خیال سے رائج معمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں (فتاویٰ رضویہ مترجم ۹/۵۸۷)

## کیا نابالغ ایصال ثواب کر سکتا ہے؟

نابالغ اگر سمجھ دار ہے تو وہ کار خیر کا اہل بھی ہے اور بعض صورتوں میں مامور بھی، لہذا نابالغ جو کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرے گا مردے کو اس کا ثواب پہنچے گا کہ جس کی عبادت صحیح ہے اس کا ایصال ثواب کرنا بھی صحیح ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں۔

”تصح عباداته (الصبی) وان لم تجب علیه واختلفوا فی ثوابها والمعتمد انه له وللمعلم ثواب التعليم وكذا جميع حساناته“ (الاشباہ والنظائر) ترجمہ: بچہ کی عبادت صحیح ہے، اگرچہ اس پر واجب نہیں ہے، البتہ ثواب کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ قول معتمد یہ ہے کہ بچہ کو اس عمل کا ثواب ملے گا اور سکھانے والے کو سکھانے کا ثواب ملے گا اسی طرح تمام نیکیوں کا حال ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین و ملت فرماتے ہیں:

باز علمائے ماصولاً و فروعات تصریحات جلیہ دارند کہ انسان راجی رسد کہ ثواب اعمال خودش ازاں باغیرے کند کما نص علیہ فی الہدایۃ و شروحہا والملتقی والدرو خزائنہ المفتین والہندیۃ وغیرہا من کتب المذہب۔ ترجمہ: پھر کتب اصول و فروع میں ہمارے علما کی روشن تصریحات موجود ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ، شرح ہدایہ، ملتقی، خزائنہ المفتین، درمختار، ہندیہ وغیرہا کتب مذہب میں اسکی صراحت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۹/۶۳۰)

## ایصال ثواب کے لیے اجرت لینا، دینا کیسا ہے؟

ایصال ثواب کے لیے اجرت لینا دینا دونوں ناجائز ہے۔ ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم پڑھنے والے کو جو نذرانہ دیا جاتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت: پڑھنے والے طے کر لیں کہ یہ رقم دینی ہوگی۔

(۲) دوسری صورت: طے نہ ہو، لیکن دینے اور لینے کا عام رواج ہو۔

(۳) تیسری صورت: نہ طے ہو اور نہ دینے، لینے کا رواج ہو

پہلی اور دوسری صورت دونوں ناجائز ہیں۔ پہلی صورت تو اس لیے ناجائز ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کے لیے اجرت لینا دینا دونوں حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: عن عبد الرحمن بن شبل: ان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال: اقرؤوا القرآن ولا تغلوا فیہ ولا تجفوا عنه ولا تأکلوا به ولا

تستکثروا به (شعب الایمان للبیہقی ۲/۱۸۱۰ رقم الحدیث: ۲۶۲۴)

ترجمہ: امام بیہقی نے حضرت عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: قرآن کریم پڑھو، اس میں افراط و تفریط مت کرو، اسے ذریعہ معاش مت بناؤ، اور نہ ہی اس سے مال دنیا حاصل کرو۔

دوسری صورت اس لیے ناجائز ہے کہ عرف میں جس چیز کے لینے، دینے کا رواج

ہو شرعاً وہ طے ہی کے حکم میں ہوتا ہے: المعروف عرفاً کالمشروط شرعاً، لہذا پہلی اور

دوسری صورت کے مطابق ایصال ثواب ہو تو نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ پڑھوانے

والے اور نہ ہی مردے کو کوئی ثواب پہنچے گا، بلکہ اس کے برخلاف پڑھنے والے اور

پڑھوانے والے پر گناہ ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

”ان ما شاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فیہ

الامر بالقرأة واعطاء الثواب للامروالقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری

ثواب لعدم النية الصحيحة فأین یصل الثواب الی المستأجر ولو لا الاجرة ما

قرأ احد احد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسيلة الی

جمع الدنيا (رد المحتار ۶/۳۴۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فی الاصل لا يجوز الا ستجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقہ

والاذان والتذکیر والتدریس والحج والعمرة ولا یجب الاجر کذا فی الخلاصة

ویجوز الاستئجار علی بناء المسجد ورباطات والقناطر کذا فی البدائع ویجوز الاستئجار علی تعلیم اللغة والادب بالاجماع کذا فی السراج الوهاج ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذلك مدة وافتوا بوجوب المسمى وعند عدم الاستجار اصلا او عند الاستئجار بدون المدة افتوا بوجوب أجر المثل کذا فی المحيط (فتاویٰ غلمگیری ۴/ ۴۸۸)

اس لیے ایصالِ ثواب کے جواز کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے، جس کو فقہائے کرام نے بیان فرمایا ہے اور وہ دو طریقے ہیں۔ آئندہ صفحہ میں فقیر کا مضمون ”اجارہ تراویح میں ملاحظہ فرمائیں:

**شرعی کونسل آف انڈیا** کے زیر اہتمام جامعۃ الرضا بریلی شریف میں دو روزہ فقہی سیمینار بتاریخ ۱۶/۷/۱۴۲۵ھ مطابق ۲۳/۲ ستمبر ۲۰۰۴ء منعقد ہوا تھا اس میں ایک سوال تھا اجارہ تراویح (تلاوت قرآن کریم پر اجرت) (نذرانہ) لینا یا دینا کیا جائز ہے؟ (یہ مضمون اسی موقع سے لکھا اور پڑھا گیا عنوان کتاب کی مناسبت سے یہ مضمون شرعی کونسل آف انڈیا کے سوالنامے اور سیمینار کے فیصلہ کے ساتھ شامل کتاب کیا جاتا ہے۔ تاکہ نفس مسئلہ مزید واضح ہو۔



# سوال اجارۂ تراویح

منجانب

”شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف یو پی“

باسمہ تعالیٰ و حمدہ

## سوال نامہ

پہلا فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

مورخہ: ۱۶/۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۳/۲ ستمبر ۲۰۰۴ء

اجارہ تراویح:

ملک کے طول و عرض میں تراویح میں ختم کلام اللہ شریف کا جو معہود و معلوم و معتادو متعارف طریقہ ہے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں قرآن مجید سننے و سنانے پر اجرت لینا دینا شائع ہے، بلکہ بعض مقامات پر مقدار اجرت بھی معلوم و معین ہوتی ہے اور اس سے کم کی ادائیگی باعث نزاع ہوتی ہے۔ عام حفاظ کی عادت معروفہ یہی ہے کہ انھیں کچھ نہ ملے تو نہ سنائیں اور عام مسلمین کا بھی یہی شیوہ عمل ہے کہ اگر نہ سنائیں تو کچھ نہ دیں اور شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے۔

المعہود عرفا کالمشروط لفظاً،، بہر حال قابل غور امر یہ ہے کہ یہ طاعات و عبادات و حسنات پر اجرت ہے اور اس باب میں اصل یہ ہے کہ یہ اجارہ ناجائز و حرام ہے اس امر پر متقدمین و متاخرین تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے، ہاں متاخرین فقہائے عظام نے بنا چاری و مجبوری بنظر حال زمانہ شعائر دین کی بقا کے لیے چند چیزوں کا استثنا فرمایا اور ان پر اجارہ جائز فرمایا۔ جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے ”والاصل عندنا انہ لا یجوز الا جاره علی الطاعات ولا علی المعاصی لکن لما وقع الفتور فی الامور الدینیة یفتی بصحتها لتعلم القرآن والفقہ تحرزا عن الاندرا“ (سنی دنیا خصوصی شمارہ)

مجمع الانہر میں ہے۔



”ولا يجوز أخذ الا جرة عند المتقدمين على الطاعات كالاذان والحج والامامة والتدريس والغز ووتعليم القرآن والفقه وقراءتهما او المعاصي كالغناء والنوح والملاهي ويفتى اليوم بجواز أخذ الاجرة على الامامة وتعليم القرآن والفقه والاذان كما في عامة المعتمرات وهذا على مذهب المتأخرين من مشايخ بلخ استحسنا ذلك وقالوا بنى اصحابنا المتقدمون الجواب على ما شاهد وامن قلة الحفاظ ورغبة الناس فيهم و كانت لهم عطيات من بيت المال واقتاد من المتعلمين في مجازاة الاحسان بالاحسان من غير شرط مروءة يعينونهم على معاشهم ومعادهم وكانوا يفتون بوجوب التعليم خوفا من ذهاب القرآن وتحريضا على التعليم حتى تنهضوا لاقامة الواجب فتكثر حفاظ القرآن واما اليوم فذهب ذلك كله وان قطعت العطيات من بيت المال بسبب استيلاء الظلمة واشتغل الحفاظ بمعاشهم وقلموا يعلمون الحسبة ولا يتفرعون له ايضا فان حاجتهم يمنعهم من ذلك فلو لم يفتح باب التعليم بالاجر لذهب القرآن فافتوا بجوازه لذلك رواه حسنا وقالوا الاحكام قد تختلف باختلاف الزمان الا يرى ان النساء كن يخرجن الى الجمعات في زمانه عليه الصلاة والسلام وزمان ابي بكر الصديق رضى الله تعالى عنه حتى منعهن عمر رضى الله تعالى عنه واستقر الامر عليه وكان ذلك هو الصواب كما في التبيين وفي النهاية يفتى بجواز الاستيجار على تعليم الفقه ايضا في زماننا وفي الخانية خلافة تتبع وفي المجمع يفتى بجواز الاستيجار على التعليم والفقه والامامة كذا في الذخيرة والروضة ولا يجوز استيجار المصحف وكتب الفقه لعدم التعارف كما في شرح الكنز للعيني“ (سني دنيا خصوصي شماره ۲۶) خاتمه المحققين علامه محمد امين ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”الاصل ان كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها عندنا قال في الهداية وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى

استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن لظهور التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضيع حفظ القرآن وعلیه الفتوی اه وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضا فی متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وکثیر من الکتب وزاد فی مختصر الوقایة ومتن الاصلاح تعلیم الفقه وزاد فی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقى ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ و ذکر المصنف معظمها ولكن الذی فی اکثر الکتب الاقتصار علی ما فی الهدایة فهذا مجموع ما افتی به متاخرین من مشایخنا وهم البلخیون علی خلاف فی بعضه مخالفین ماذهب الیه الامام وصاحباه وقد اتفقت کلماتهم جمیعاً فی الشروح والفتاوی علی التعلیل بالضرورة وهی خشية ضیاع القرآن کما فی الهدایة وقد نقلت لك ما فی مشاهیر متون المذهب الموضوعة للفتوی فلا حاجة الی نقل ما فی الشروح والفتاوی وقد اتفقت کلماتهم جمیعاً علی التصریح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ما علمته فهذا دلیل قاطع وبرهان ساطع علی ان المفتی به لیس هو جواز الاستئجار علی کل طاعة بل علی ما ذکره فقط مما فیہ ضرورة ظاهرة تبیح الخروج من اصل المذهب من طروالمنع“ (مخلصا شامی ۳۵/۵ مکتبه نعمانیہ، باب الاجارة الفاسدة)

مندرجہ بالا مضامین میں سے ملتا جلتا مضمون مندرجہ ذیل کتب میں بھی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع ۴/۴۴، ۴۵ باب الاستئجار علی الطاعة (۲) تبیین الحقائق ۵/۱۲۴ و ۱۲۵ باب الاجارة الفاسدة (۳) شلبی ۵/۱۲۴ باب الاجارة الفاسدة (۴) البحر الرائق ۸/۱۹ و ۲۰۔ مکتبه رشیدیہ پاکستان باب الاجارة الفاسدة۔ (سنی دنیا خصوصی شمارہ، ص ۲۷)

نیز امام احمد رضا قدس سرہ نے عامہ مسلمین کو امر حرام سے بچانے کے لیے اس اجارہ کی صحت و حلت کے دو طریقے ذکر فرمائے۔ جیسا کہ رقمطراز ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اصل یہ کہ طاعات

و عبادات پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیم قرآن عظیم و علوم دین و اذان و امامت وغیرہا  
معدود چند اشیاء کہ جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بنا چاری و مجبوری کی بنظر حال زمانہ جائز  
رکھا) مطلقاً حرام ہے۔ اور تلاوت قرآن عظیم بغرض ایصالِ ثواب و ذکر شریف میلاد پاک  
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور منجملہ عبادات و طاعات ہیں تو ان پر بھی اجارہ  
ضرور حرام و محذور۔

نیز امام احمد رضا قدس سرہ عامہ مسلمین کو امر حرام سے بچانے کے لیے اس اجارہ  
کی صحت و حلت کے دو طریقے ذکر فرمائے، جیسا کہ رقمطراز ہیں۔ ”پس اگر قرار داد کچھ نہ  
ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ و حسن سلوک کچھ دیدینا جائز، بلکہ حسن ہوتا  
ہے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان واللہ یحب المحسنین، مگر جبکہ اس طریقہ کا  
وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہو کر حرام محض ہے اب اس کے حلال ہونے  
کے دو طریقے ہیں۔ اول:- یہ کہ قبل قراءت پڑھنے والے صراحتہ کہہ دیں کہ ہم کچھ نہیں لیں  
گے پڑھوانے والے صاف انکار کر دیں کہ تمہیں کچھ نہیں دیا جائیگا اس شرط کے بعد وہ  
پڑھیں اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دیدیں یہ لینا دینا حلال ہوگا لا تنفء  
الاجارة بوجهیہا، اما اللفظ فظاہر و اما العرف فلا نھم رضوا علی نفیہا  
والصریح یفوق الدلالة فلم یعارضہ العرف المعہود کما نص علیہ الامام فقیہ  
النفس قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ فی الخانیة وغیرہ فی غیرہا من السادة  
الربانیة۔ دوم:- پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بتعین وقت و اجرت ان سے مطلق کار  
خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں، مثلاً یہ ان سے کہیں، ہم نے کل صبح سات  
بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لیے اجارہ میں لیا، وہ کہیں  
ہم نے قبول کیا، اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لیے ان کے نوکر ہو گئے، وہ جو کام  
چاہیں لیں، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر  
ثواب فلاں فلاں کو بخش دو، یا مجلس میلاد پاک پڑھ دو، یہ جائز ہوگا اور لینا دینا حلال، لان  
الاجارة وقعت علی منافع ابدانھم لا علی الطاعات والعبادات“ (فتاویٰ رضویہ  
۱۶۰۰، ۱۵۹/۸ سنی دارالاشاعت)

مذکورہ مضامین کی ترجمانی فتاویٰ رضویہ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر بھی ہے۔

(۱) فتاویٰ رضویہ ۱۸۵/۸ سنی دارالاشاعت (۲) فتاویٰ رضویہ ۱۵۹/۸ سنی

دارالاشاعت (۳) فتاویٰ رضویہ ۱۶۳/۸ سنی دارالاشاعت۔

فقیر اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ نا

جائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں

کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ اس سے کچھ طے نہ

ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ ”المعروف کا لمشروط، ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا

نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق

الدلالة۔“ (بہار شریعت ج ۴ ص ۲۵ فاروقیہ بکڈ پوڈہلی)

فقیر المثل سیدنا علیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ و حضور صدر الشریعہ و دیگر

فقہائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات و تحقیقات سے یہ حقیقت آفتاب روز روشن سے

زیادہ عیاں و آشکارا ہے کہ طاعات و عبادات و حسنات پر اجرت لینا و دینا علی الاطلاق ناجائز

و حرام و باطل محض ہے الاخذ والمعطی اثمنا، مگر متاخرین ائمہ دین متین نے حالات

زمانہ دیکھ کر اس میں چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ فرمائیں امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید

تعلیم فقہ و وعظ کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلا تکیہ معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں ان پانچ

چیزوں کے سوا باقی طاعات و عبادات و حسنات پر اجرت لینا و دینا حرام و باطل ہے اور انہیں

طاعات میں سے نماز تراویح میں تلاوت قرآن عظیم بھی ہے، جو عامہ بلاد مسلمین میں

معاوضہ کے ساتھ جاری ہے۔ متاخرین و متقدمین میں بعض فقہائے کرام نے آج تک اس

اجارہ کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ دیا اللہ عز و جل کا ارشاد ہے۔ ولا تشتروا بایاتی ثمنًا

قلیلًا۔ (پ ۱ البقرہ ع ۵)

نیز فرمایا: ”ام تسألهم أجر فہم من مغرم مثقلون“ پ ۲۹ القلم ع ۴ نیز

فرمایا: وما تسألہم علیہ من أجر (پ ۱۳ یوسف ع ۵) حدیث میں وارد ہے: ”اقروا

القرآن ولا تاكلوا به“ (ذخیرۃ العقبی ج ۳/ ۱۵۵ کتاب الاجارۃ الفاسدة

وشامی ج ۵ / ۳۵ باب الاجارة الفاسدة

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بغرض ایصال ثواب اجرت پر تلاوت کلام اللہ شریف پڑھنا اور پڑھوانا دونوں ناجائز فرمایا اور یہ کہ جو حافظ اس کا پیشہ رکھے فاسق معین ہے، اور فاسق (معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ اسے امام بنانا گناہ اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اس کا پھیرنا واجب، مگر بایں ہمہ اس اجارہ کی حلت کے دو طریقے بھی ارتقام فرمائے کما سبق تحقیقہ، نماز تراویح میں تلاوت قرآن عظیم پر اجارہ، اجارہ تلاوت کلام اللہ شریف بغرض ایصال ثواب کی نظیر ہے جس سے اس کا حکم واضح ہے کہ یہ اجارہ معروفہ بھی باطل و حرام ہے، اور اس اجارہ کی حرمت و بطلان پر تمام ائمہ متقدمین و متاخرین کا اتفاق بھی ہے نیز ایسے حفاظ اور ان کی اقتدا میں ادا کردہ نماز کا حکم بھی طاہر و باہر ہے، مگر فقہائے کرام فرماتے ہیں: ”کم من حکم یختلف باختلاف الزمان“ وفی نزع الناس عن عاد اتهم حرج نیز اللہ عز وجل کا ارشاد ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر حدیث شریف میں فرمایا گیا بشرُوا ولا تنفروا یسرُوا ولا تعسروا ”جزئیات فقہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ آشکارا ہے کہ بہت سے امور اصل مذہب کے اعتبار سے ناجائز و حرام تھے، مگر بعد میں فقہائے کرام نے اختلاف احوال اور تغیر زمان کے پیش نظر اسباب ستہ (ضرورت و حاجت، ودفع حرج و عموم بلوی، و تعامل و دینی ضروری مصلحت کی تحصیل و دفع فساد مظنون بظن غالب) کو تخفیف احکام کا مدار قرار دیا اس کے کچھ شواہد گزشتہ سطور میں گزرے اسفار فقہ میں دیگر احکام بھی شاہد عدل ہیں امت مسلمہ کے لیے آسانی کی راہ پیدا کرنا اور انہیں ابتلائے آثام و ارتکاب معاصی و ابطال عمل سے بچانا علمائے دین متین و مفتیان اسلام کی اہم ذمہ داری ہے، اس لیے درجہ ذیل سوالات غور طلب ہیں۔

(۱) نماز تراویح میں تلاوت کلام اللہ شریف پر اجرت لینا و دینا کیا اب بھی ناجائز و حرام ہی ہے یا اختلاف احوال کے سبب اب ان طاعات و عبادات خمسہ کے بطور جائز و حلال ہے جنہیں فقہائے متاخرین نے بضرورت بنظر حال زمانہ جائز فرمایا۔؟

(۲) امام احمد رضا قدس سرہ نے بغرض ایصال ثواب تلاوت قرآن پاک کی

اجرت کے حلال ہونے کا جو طریقہ تحریر فرمایا اس طور پر یہ اجارہ صحیح ہوگا؟ اور اجرت لینا دینا حلال و طیب ہوگا؟ اور یہ اجارہ طاعات و عبادات پر نہیں، بلکہ حافظوں کے منافع ابدان پر ہوگا؟ اس اجارہ کے جواز کی اور بھی صورت ہے؟

(۳) بعض مساجد میں حفاظ قرآن کی صحیح خوانی کے لیے سامع قرآن بھی رکھا جاتا ہے اور اس خدمت پر سامع کو اجرت معین یا غیر معین دی جاتی ہے کیا یہ ناجائز و حرام ہے یا جائز و حلال ہے۔؟

(۴) بعض مساجد میں ائمہ مساجد جن کی اجرت امامت مقرر و طے شدہ ہوتی ہے، وہی تراویح میں ختم قرآن شریف بھی کرتے ہیں اور انھیں اجرت امامت پر مزید اجرت (معین یا غیر معین) دی جاتی ہے کیا یہ ناجائز و حرام ہے یا اس کے جواز کی کوئی راہ ہے؟ جبکہ ائمہ مساجد اگر تراویح نہ بھی سنائیں پھر بھی انہیں اجرت امامت سے کچھ زائد ہی دیا جاتا ہے، مگر عموماً جتنا حافظ قرآن کو دیا جاتا ہے اس سے کچھ کم ہی۔

(۵) بعض مساجد میں ائمہ مساجد تراویح میں ختم کلام اللہ شریف کے بجائے حفاظ قرآن کی صحیح خوانی کی سماعت پر مامور ہوتے ہیں اور اس مقررہ عمل پر اجرت امامت سے زائد اجرت (معین یا غیر معین) پیش کی جاتی ہے، اگر ائمہ مساجد اس خدمت پر مامور نہ ہوں، بلکہ کوئی دوسرا، تو یہ مقدار اجرت دوسرا ہی پائے ناکہ ائمہ مساجد، کیا یہ اجرت سماعت کلام اللہ شریف ائمہ مساجد کے لیے بھی ناجائز و حرام ہے یا حلال و طیب؟

(۶) کیا مسئلہ دائرہ میں تعامل کی تاثیر موجب تخفیف ہے؟ درج بالا امور میں غور و فکر اور اطمینان نظر کے بعد اصابت رائے سے حل کی ایسی راہ متعین کی جائے جس پر عامہ مسلمین کے لیے عمل میں آسانی ہو اور ارتکاب حرام و ابتلا سے آثام و ابطال عمل وغیرہ لازم نہ ہوں۔ لعل اللہ يحدث بعد ذلك أمرا وما ذلك على الله بعزيز وهو على كل شيء قدير۔





# جواب

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مرکز میں قائم شدہ ”شرعی کونسل“ کا یہ پہلا فقہی سیمینار ہے اور اس طرح کے سیمینار میں مجھے مقالہ خوانی کا شرف بھی پہلی بار حاصل ہو رہا ہے۔ شرعی کونسل کا قیام وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔ جسے صاحبان علم و فضل اور ہمدردان ملت نے دور جدید کے درپیش مسائل کے حل کے لیے قائم فرمایا ہے۔ واقع یہ ہے کہ اس شرعی کونسل کو آج سے بہت پہلے قائم ہونا چاہیے تھا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ملت کے بہت سارے سنگین مسائل اب تک حل ہو چکے ہوتے خیر دیر آید درست آید۔ مجھے امید ہے کہ مرکز کی قائم کردہ یہ تنظیم مسلمان اہلسنت کے تمام پیچیدہ اور اختلافی مسائل کے حل کے لیے متحرک و فعال رہے گی۔

شرعی کونسل کے تحت منعقدہ آج کے اس فقہی سیمینار کا موضوع اجارہ تراویح ہے اور اس کے سلسلے میں مرتبہ سوالات کے تمہیدی اوراق کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری سے دوچار نہیں کرتا ہے کہ اصل مقصود بحث یہ ہے کہ اختلاف احوال کے سبب جس طرح ”اسباب ستہ“ کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے حرمت کی جگہ حلت اور عدم اباحت کی جگہ اباحت کا راستہ ڈھونڈا اسی طرح آج کے حالات میں مقررہ ائمہ مساجد یا خاص متعینہ اشخاص، اجرت تراویح یا قرآن کی سماعت پر مامور حفاظ کی اجرت کی حلت وہ اباحت کے لیے فقہی راہیں تلاش کی جائیں اور ان معاملات و مسائل کو عصری ضروریات کے تناظر میں دیکھ کر کسی راہ جواز کی نشاندہی کی جائے، لہذا زیر بحث سوالات ششگانہ کے جواب بالترتیب پیش کئے جاتے ہیں۔

سوال: نماز تراویح میں تلاوت کلام اللہ شریف پر اجرت لینا و دینا کیا اب بھی ناجائز و حرام ہی ہے یا اختلاف احوال کے سبب اب ان طاعات و عبادات خمسہ کے بطور

جائز و حلال ہے جنہیں فقہائے متاخرین نے بضرورت بنظر حال زمانہ جائز فرمایا؟

جواب: بے شک اختلاف ازمان اور تغیر احوال سے اسباب ستہ (ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ) کی بنیاد پر احکام شرع میں تخفیف تیسیر یقیناً قانون اسلام کے مسلم الثبوت ضابطہ کے تحت ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیا یہ جملہ اسباب تمام احکام میں یکساں مؤثر ہیں؟

اس سلسلے میں علمائے اصولیین فرماتے ہیں کہ نص قطعی سے جس حکم کا ثبوت ہو اس میں ضرورت کے علاوہ دوسرے اسباب مؤثر نہیں ہیں۔  
علامہ ابن نجیم کا قول ہے:

المشقة والخرج انما تعتبر في موضع لا نص فيه امامع النص بخلافه  
فلا الاشباه القاعدة الرابعة من الفن الاول فائدة الثالثة "۱" و چونکہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے عدم جواز کا حکم قطعی الثبوت و قطعی الدلالة ہے فرمان باری تعالیٰ ہے ولا تشتروا بایاتی ثمناً قليلاً " اور فرمان رسول ہے اقرءوا القرآن ولا تاكلوا به - اس لیے ظاہر ہے کہ ضرورت کے علاوہ دوسرے اسباب مؤثر نہیں ہوں گے۔  
علمائے اصولیین کے نزدیک ضرورت کے دو معنی ہیں۔

(۱) ضرورت کا پہلا معنی: الضرورة بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك اوقارب " آدمی کا اس حد کو پہنچ جانا ہے کہ اگر ممنوع چیز نہ استعمال کرے تو ہلاک ہو جائے یا ہلاک کے قریب پہنچ جائے۔ (شرح حموی ص ۱۴۰)

(۲) ضرورت کا دوسرا معنی: ضرورت کی دوسری تعریف مندرجہ ذیل عبارت سے ماخوذ ہے۔

"مقصود الشرع من الخلق خمسة، وهو أن يحفظ عليهم دينهم و نفسهم وعقلهم و نسلهم ومالهم، فكل ما يتضمن حفظ هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة و كل ما يفوت هذه الأصول فهو مفسدة، ودفعها مصلحة وهذه الأصول الخمسة حفظها واقع في رتبة الضرورات، (المستصفی

للغزالی (۲۷۵)

ترجمہ: مخلوق کے تعلق سے شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد ہیں۔ حفظ دین، حفظ نفس (عزت و آبرو)، حفظ عقل، حفظ نسل، حفظ مال، تو جو چیز ان پانچوں اصول کی حفاظت کا ضامن ہو وہ مصلحت ہے، اور جو ان اصول کو فوت کرے وہ مفسدہ ہے اور اس کا ازالہ مصلحت ہے۔ ان پانچوں اصول کی حفاظت مرتبہ ضرورت میں ہے۔  
فواتح الرحموت میں ہے:

”المقاصد ثلاثة اقسام احدها ضرورية انتهت الحاجة اليها الى حدا  
الضرورة كالكليات الخمس التي اعتبرت في كل ملة وهي حفظ الدين وحفظ  
النفس وحفظ العقل وحفظ النسل وحفظ المال،، (فواتح الرحموت ص ۲۶۲)  
ترجمہ: مقاصد شرع تین ہیں۔ ایک ضروری یہ ہے کہ جہاں حاجت، ضرورت کی  
حد تک پہنچ جائے۔ جیسے کلیات خمسہ جن کا ہر مذہب میں اعتبار کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں حفظ  
دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، حفظ مال یعنی مقاصد خمسہ کی تحصیل اور بقا جن امور پر  
موقوف ہو وہی مرتبہ ضرورت ہے۔

اس مختصری وضاحت کے بعد آئیے! مسئلہ میں غور کریں کہ کیا واقعاً باب اجارہ  
تراویح، میں ضرورت متحقق ہے؟

تو ظاہر ہے کہ مفہوم اول کے لحاظ سے اجارہ تراویح کے باب میں ضرورت ہی  
متحقق نہیں کہ تراویح پر اجرت نہ دینے اور نہ لینے سے نہ تو جان ہلاک ہوگی اور نہ ہی ہلاک  
کے قریب آئے گی۔ اب رہی ضرورت کے دوسرے معنی کی بات تو ضرورت کا یہ دوسرا مفہوم  
شریعت کے مقاصد پنجگانہ کی تحصیل سے عبارت ہے یعنی حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل  
حفظ نسل، حفظ مال، اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اس دوسرے مفہوم کے لحاظ سے بھی ”ضرورت  
“اجارہ تراویح کے باب میں متحقق نہیں ہو سکتی، کیونکہ ختم تراویح دین کے مقاصد خمسہ میں  
سے کسی کی بھی ضرورت میں داخل نہیں۔ مقاصد خمسہ حفظ دین میں صرف ضروریات دین  
ہی داخل ہیں ختم تراویح کا اس علمی مفہوم کے اعتبار سے ضروریات دین میں داخلہ نہ ہونا  
اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

یہ واضح ہو گیا کہ ضرورت نہ معنی اول کے اعتبار سے متحقق ہے اور نہ ہی معنی ثانی کے اعتبار سے اور ”اسباب ستہ“ کے دوسرے اسباب بھی اجارہ تراویح میں مؤثر نہیں، جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا کہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے عدم جواز کا حکم قطعی الثبوت و قطعی الدلالة ہے لقولہ تعالیٰ ”لا تشتروا بایاتی ثمنا قليلا“۔

بحث مذکورہ کا ماحصل یہی ہوا کہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے عدم جواز کے حکم میں تخفیف و ترخیص نہیں ہوگی، تلاوت کلام اللہ پر اجرت لینا دینا اب بھی ناجائز و حرام ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۲۸۷ میں ہے۔

والاصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لا یجوز الاستیجار علیہ  
عندنا ( ہدایہ ج ۲ ص ۲۸۷ )  
شرح عقود رسم المفتی ص ۶۲ میں ہے:

”فقد اتفقت النقول عن ائمتنا الثلاثة ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد ان  
الا ستیجار علی الطاعات باطل لکن جاء من بعد هم من المجتہدین الذین هم  
اهل التخریج و الترجیح فافتوا بصحته علی تعلیم القرآن للضرورة فانه کان  
للمعلمین عطایا من بیت المال، و انقطعت فلولم یصح الاستیجار، و اخذ الاجرة  
لضاع القرآن، و فیہ ضیاع الدین لاحتیاج المعلمین الی الاکتساب و افقی من  
بعدهم ایضاً من امثالهم بصحته علی الاذان و الامامة، لانهما من شعائر الدین  
فصححو الاستیجار علیهما للضرورة ایضاً“ ( رسم المفتی ۶۶ )  
رد المحتار میں ہے:

” بعض مشایخ نارحمہم اللہ تعالیٰ استحسنوا الاستیجار علی تعلیم  
القرآن الیوم لظہور التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن  
وعلیہ الفتوی الخ و قد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضاً فی متن الكنز و متن  
مواہب الرحمن و کثیر من الکتب و زاد فی مختصر الوقایة و متن الاصلاح  
تعلیم الفقہ و زاد فی متن المجمع الامامة و مثله فی متن الملتقی و درر البحار  
و زاد بعضهم الاذان و الاقامة و الوعظ و ذکر المصنف معظمها و لکن الذی فی

اکثر الکتب الاقتصار علی ما فی الهدایۃ فہذا مجموع ما افتی بہ متاخرین من مشایخنا و ہم البلخیون علی خلاف فی بعضہ مخالفین ما ذهب الیہ الامام وصاحبہ وقد اتفقت کلمتہم جمیعاً فی الشروح والفتاوی علی التعلیل با لضرورۃ و ہی خشیۃ ضیاع القرآن کما فی الهدایۃ وقد نقلت لک ما فی مشاہیر متون المذہب الموضوعۃ للفتوی فلا حاجۃ الی نقل ما فی الشروح والفتاوی وقد اتفقت کلمتہم جمیعاً علی التصریح با صل المذہب من عدم الجواز ثم استثنوا بحدہ ما علمتہ فہذا دلیل قاطع و برہان ساطع علی ان المفتی بہ لیس ہو جواز الاستتجار علی کل طاعۃ بل علی ما ذکرہ فقط ممافیہ ضرورۃ ظاہرۃ تبیح الخروج عن اصل المذہب عن طروالمنع فان مفاہم الکتب حجة“ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۳۹ باب مطلب علی الاستتجار علی الطاعات)

عبارت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان) سے بالاتفاق منقول ہے کہ طاعات پر اجرت باطل ہے۔ لیکن ان حضرات کے بعد مجتہدین کا وہ طبقہ جنہیں اہل تخریج و اہل ترجیح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان حضرات نے ضرورت و حاجت کے پیش نظر تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا، اس لیے کہ پہلے معلمین کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ چلتا رہا بعد میں جب بیت المال سے وظیفہ ملنا بند ہو گیا اور معلمین معاشی دشواری کے شکار ہونے لگے بادل نحواستہ حیات دنیاوی کو مجروح ہونے سے بچانے کے لیے معاش کے لیے دیگر راہوں کی طرف التفات ہونے لگے تو اس دور پر آشوب کے متدین و مدبرین و مفکرین شخصیات نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز پر قلم کو حرکت دینے کی جرات کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تعلیم قرآن، اذان و اقامت، امامت اور دیگر وہ امور دینیہ جواز حد ضروری و لازمی ہیں اس پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دی جائے تو دین متین کا بھاری نقصان ہوگا جس کی تلافی ممکن نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: ہمارے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان



نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کو مستحسن قرار دیا ہے اس لیے کہ امور دینیہ میں لوگوں کی تساہلی اور سستی اس قدر ہو چکی ہے کہ اگر اجرت کے لینے دینے پر اصل فتویٰ پر عمل کیا جائے، یعنی عدم جواز پر تو دین اور حفظ قرآن کا نقصان ہو جائے گا جو کسی طرح بھی گوارہ نہیں کیا جاسکتا، لہذا موجودہ دور میں جواز ہی کا فتویٰ دیا جائے گا، جیسا کہ اکابرین متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور ان مشائخ کرام نے صرف تعلیم قرآن ہی پر اجرت کے لینے دینے کو مقصور کر دیا ہے، لیکن دیگر اکابرین علمائے اسلام علیہم الرحمۃ والرضوان نے کچھ اضافے کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، مثلاً صاحب مختصر الوقایہ اور متن الاصلاح تعلیم فقہ اور صاحب متن الجمع نے مجمع میں امامت اسی طرح متن الملتقی اور درر البحار میں اضافہ کیا ہے اور بعض نے اذان و اقامت اور واعظ کا اضافہ فرمایا ہے۔ اور مصنف علیہ الرحمہ نے اہم مسئلہ کا ذکر کیا ہے، لیکن اکثر کتب فقہ میں اسی پر اقتصار کر دیا گیا ہے جس کا بیان ہدایہ میں ہے، لہذا یہ مجموعہ ہے جس پر ہمارے متاخرین مشائخ بلخ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور کچھ ایسے مسئلہ پر بھی فتویٰ دیا ہے جو ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ) کے فتویٰ کے خلاف ہے۔ حالانکہ جملہ حضرات کی باتیں شروحات و کتب فتاویٰ میں بالاتفاق تعلیل بالضرورت یعنی خوف ضیاع قرآن کے ساتھ مرقوم ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ نیز صاحب رد المحتار نے فرمایا کہ میں نے مذہب کے ان مشہور و معروف متون کو نقل کیا ہے جسکی وضع فتاویٰ کے لیے ہوئی ہے، لہذا شروحات و فتاویٰ کی کتابوں میں جو باتیں ہیں اس کی نقل کی ضرورت نہیں، نیز جملہ مشائخ کرام اصل مذہب کی صراحت یعنی عدم جواز استیجار علی تعلیم القرآن پر متفق ہیں، پھر اس کے بعد حالات و کوائف کے پیش نظر ان لوگوں نے جواز کا قول و فتویٰ صادر فرمایا، ان حضرات کا ایسا کرنا دلیل قطعی اور برہان ساطع ہے اس بات پر کہ ہر طاعت پر استیجار جائز نہیں، بلکہ صرف اسی پر جائز ہے جس کا ان حضرات نے ذکر کیا جس میں ضرورت ظاہر ہے اور اصل مذہب سے نکلنا، یعنی اصل فتویٰ سے ہٹ کر الگ فتویٰ صادر کرنا مباح ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ اسی کے صفحہ ۳۴۰ پر فرماتے ہیں:

”ان ما شاع فی زماننا من قرأ الا جزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه

الامر بالقراءة واعطاء الثواب للامروالقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب الى المستأجر ولو لا الاجرة ما قرأ احد لا حد فى هذا لزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا“ (رد المحتار ۶/۳۴۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”فى الاصل لا يجوز الاستئجار على الطاعات كتعليم القرآن والفقہ والاذان والتذكير والتدريس والحج والعمرة ولا يجب الاجر كذا فى الخلاصة ويجوز الاستئجار على بناء المسجد ورباطات والقناطر كذا فى البدائع ويجوز الاستئجار على تعليم اللغة والادب بالاجماع كذا فى السراج الوهاج ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار على تعليم القرآن اذا ضرب لذلك مدة وافتوا بوجوب المسمى وعند عدم الاستجار اصلا او عند الاستئجار بدون المدة افتوا بوجوب أجر المثل كذا فى المحيط“ (فتاوى غلمگیری ۴/۴۴۸)

امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۵۹ میں فرماتے ہیں:

”اصل یہ ہے کہ طاعت وعبادت پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیم قرآن عظیم وعلوم دین واذان وامامت وغیرہا معدودے چند اشیاء جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بنا چاری ومجبوری بنظر حال زمانہ جائز رکھا) مطلقا حرام ہے اور تلاوت قرآن عظیم بغرض ایصال ثواب و ذکر شریف میلاد پاک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور منجملہ عبادات وطاعت ہیں تو ان پر اجارہ بھی ضرور حرام ومحذور،

امام احمد رضا قدس سرہ نے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ، المعروف عرفا کا لمشروط شرعا،، کہ تحت یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ دینگے یا یہ لیں گے، بلکہ اگر وہاں کارواج بھی ہے کہ یہاں کچھ دیا جاتا ہے تو یہ بھی اجرت ہی پر پڑھنے پڑھوانے کی طرح ہو ا جو ناجائز وحرام ہے،، (فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۵۹)

اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفا شرط معروف معہود سے

بھی ہو جاتا ہے، مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا، مگر جانتے ہیں کہ دینا ہوگا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا، انھوں نے اس طور پر پڑھا انھوں نے اس نیت سے پڑھوایا اجارہ ہو گیا اور اب دو وجہ سے حرام ہوا ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام دوسرے اجرت اگر عرفا معین نہیں تو اسکی جہالت سے اجارہ فاسد یہ دوسرا حرام ”ای ان الاجارۃ باطلۃ وعلی فرض الانعقاد فاسدۃ فللتحریم وجهان متعاقبان، وذلک لما نصوا قاطبۃ ان المعهود عرفا کا المشروط لفظاً“ اسی امر معہود و متعارف کو امام احمد رضا قدس سرہ نے جلد چہارم میں بھی بیان فرمایا ہے جب کہ عادت و رواج کے مطابق قاری کو اگر معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور ضرورت اجرت میں داخل ہے فـان المعروف کا المشروط۔

فقہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دیکر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گناہ گار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یا دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہو اہو یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کا لمشروط، (بہار شریعت ج ۱/ ۴۲ مسئلہ نمبر ۲۰)

### ایک شبہ اور اسکا ازالہ

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت ناجائز قرار دی جائے تو پیشتر حفاظ کرام تراویح پڑھانا چھوڑ دیں گے تو وہ حضرات جو صرف ختم تراویح ہی پڑھتے ہیں وہ نہیں پڑھیں گے جس سے بندے کا گنہگار ہونا لازم آئے گا۔

اس سلسلے میں استاذ محترم مناظر اسلام فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مضطر مدظلہ العالی کا مقالہ ”اسباب ستہ کی توضیح و تنقیح“، کی روشنی میں عرض کرنا چاہوں گا۔

مامور بہ ان امور میں سے ہے کہ اس کا ترک گناہ اور بجالاتا امر ممنوع کو مستلزم ہو تو اسکی تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) صورت اولیٰ: مامور بہ کی قوت ممنوع کی قوت سے قوی ہو۔



”درء المفسد اولی من جلب المصلح فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسده غالبا لان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائہ بالمأمورات ولذا قال علیہ السلام اذا امرتکم بشیء فأ تو منه ما استطعتم واذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه ،، (الاشباه والنظائر ۱۴۷)

مذکورہ تصریحات کے بعد اب آئیے مسئلہ مجوشہ میں کہ اجارہ تراویح کس صورت میں داخل ہے؟ تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ اجارہ تراویح صورت ثانیہ میں داخل ہے، جہاں مامور بہ کو بجالانے کے لیے امر ممنوع کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ایسی صورت میں ممنوع سے اجتناب باعث اجر و ثواب اور مامور بہ کو بجالانا باعث عقاب۔

مسئلہ مجوشہ میں ختم تراویح (جو کہ سنت مؤکدہ ہے) کی ادائیگی کے لیے تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے جواز کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ ایک سنت مؤکدہ کی تحصیل کے لیے ارتکاب حرام کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ جب کسی مامور بہ کے ترک کرنے پر مجبور نہ ہو تو اسکا ترک کرنا یقیناً گناہ کو مستلزم ہوگا، ہاں مجبور ہو تو گناہ کا الزام نہیں اور شبہ مذکورہ میں مامور بہ (تراویح) کے ترک پر مجبور نہیں ہے تو یقیناً تارک گناہ گار ہوگا اور ایسے شخص کو گناہوں سے بچانا ضروری نہیں۔

لہذا جو حضرات ختم تراویح نہ پڑھ سکیں تو سورت تراویح پڑھیں، ورنہ بلا عذر گناہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۲: امام احمد رضا قدس سرہ نے بغرض ایصال ثواب تلاوت قرآن پاک کی اجرت کے حلال ہونے کا جو طریقہ تحریر فرمایا اس طور پر یہ اجارہ صحیح ہوگا؟ اور اجرت لینا و دینا حلال و طیب ہوگا؟ اور اجارہ طاعات و عبادات پر نہیں بلکہ حافظوں کے منافع ابدان پر ہوگا؟ اس اجارہ کے جواز کی اور بھی صورت ہے؟

جواب: امام احمد رضا قدس سرہ نے تلاوت کلام اللہ پر اجرت کی صحت کے جو دو طریقے بیان فرمائے ہیں ان کی روشنی میں تراویح کی امامت پر حفاظ کو اجرت دینا ولینا جائز ہے۔



طریق اول :- قبل قراءت پڑھنے والے صراحتہ کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے پڑھوانے والے صاف انکار کر دیں کہ تمہیں کچھ نہ دیا جائے گا اس شرط کے بعد وہ پڑھیں اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں یہ لینا دینا حلال ہوگا لا یتفاء الاجارۃ بوجہیہا اما اللفظ فظاہر و اما العرف فلا ینہم نصو اعلیٰ نفیہا والصریح یفوق الدلالة فلم یعارضہ العرف المعہود کما نص علیہ الامام فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فی الخانیہ وغیرہ فی غیرہا من السادۃ الربانیہ (فتاویٰ رضویہ ۱۶۰/۸)

اسی طریقہ کو فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہار شریعت (جلد ۴ ص ۳۵) میں بیان فرمایا ہے اگر کہہ دیں کچھ نہیں دوں گا یا کچھ نہیں لوں گا پھر پڑھیں اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالة طریق ثانی :- امام احمد رضا نے طریقہ ثانی میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ اجرت اگر طاعات و عبادات پر نہ ہو، بلکہ منافع ابدان پر ہو تو اس میں حرج نہیں اور طریقہ ثانی میں اسی کو ملحوظ رکھ کر بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیین وقت واجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں، مثلاً ان سے یہ کہیں ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج میں اجارہ میں لے لیا وہ کہیں ہم نے قبول کیا، اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لیے ان کے نوکر ہو گئے وہ جو کام چاہیں لیں، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں فلاں کو بخش دو یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو یہ جائز ہوگا اور لینا دینا حلال لان الاجارۃ وقعت علی منافع ابدانہم لا علی الطاعات والعبادات ، ،۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۶۰/۸)

امام احمد رضا قدس سرہ نے تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے جواز کے جو دو طریقے بیان فرمائے ہیں اس کے علاوہ کوئی تیسری راہ جواز فقیر راقم الحروف کی نگاہ میں نہیں ہے۔ لہذا دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جائے تو حفاظ کرام کو اجرت



دینے کی راہ جواز نکل سکتی ہے تو اس طرح اجرت لینے اور دینے والوں پر شرعاً کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۳:- بعض مساجد میں حفاظ قرآن کی صحیح خوانی کے لیے سامع قرآن بھی رکھا جاتا ہے اور اس خدمت پر سامع کو اجرت معین یا غیر معین دی جاتی ہے، کیا یہ ناجائز و حرام ہے یا حلال ہے؟

جواب :- بہت سارے احکام کا مدار چونکہ عرف تعامل پر ہے اس لیے جن علاقوں میں حفاظ قرآن کو صحیح خوانی کے لیے مامور سامع قرآن کو روپے دینے کا رواج ہے اور سامع قرآن کو بھی معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے تو یہ یقیناً اجرت پر پڑھنا پڑھوانے کی طرح ہوا و المعروف عرفاً کا لمشروط شرعاً امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”جبکہ ان میں معہود و معروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق و تدقیق کے آئینہ میں سامع قرآن جو حفاظ کرام کی صحیح خوانی پر مامور ہے وہ اجیر ہے۔ اجیر کی اجرت کی دو صورتیں (۱) اجرت متعین (۲) اجرت غیر متعین، اجیر کی اجرت اگر متعین ہے تو اجارہ جائز ورنہ نہیں۔

ہدایہ میں ہے: ”لا یصح حتی تکنون المنافع معلومة والاجرة معلومة“، (کتاب الاجارات ۲/۲۷۷ میں ہے)

امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق کی روشنی میں جب یہ واضح ہو گیا کہ سامع قرآن ایک اجیر ہے تو اجیر کے عمل کی مدت اجیر کی اجرت اجیر کے عمل کی جگہ یہ سب اجارہ سے پہلے ہی طے کر لینا ضروری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”اما شرائط الصحة فمنها رضا المتعاقدين و منها ان یكون المعقود علیه وهو المنفعة معلوما علما يمنع المنازعة فان كان مجهولا جهالة مفضية الى المنازعة يمنع الصحة العقد والا فلا“، (فتاویٰ ہندیہ جلد ۴ ص ۴۱۱)

اور سامع قرآن کو کچھ دینے کا رواج نہیں ہے اور نہ ہی سامع قرآن کو معلوم تو جو

کچھ متعین دے یا غیر متعین اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۱۶۰ میں ہے۔  
”پس اگر قرار داد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ و حسن سلوک کچھ دیدینا جائز، بلکہ حسن ہوتا اہل جزاء الاحسان الا الاحسان واللہ یحب المحسین

سوال (۴) بعض مساجد میں ائمہ مساجد جن کی اجرت مقرر و طے شدہ ہوتی ہے وہی تراویح میں ختم قرآن شریف بھی کرتے ہیں اور انہیں اجرت امامت پر مزید اجرت (معین یا غیر معین) دی جاتی ہے کیا یہ ناجائز و حرام ہے یا اس کے جواز کی کوئی راہ ہے؟ جبکہ ائمہ مساجد اگر تراویح نہ بھی سنائیں پھر بھی انہیں اجرت امامت سے کچھ زائد ہی دیا جاتا ہے، مگر عموماً جتنا حافظ قرآن کو دیا جاتا ہے اس سے کچھ کم ہی۔

جواب: ائمہ مساجد کی تقرری کی دو صورت ہے:-

صورت اولیٰ بحیثیت ملازم

صورت ثانیہ بحیثیت امام نماز پنجگانہ

پہلی صورت میں امام احمد رضا قدس سرہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت کی صحت کے دو طریقے بتائے ہیں ان میں سے طریق ثانی میں داخل ہونے کی وجہ سے امام کو بعد تراویح تنخواہ سے زیادہ متعین یا غیر متعین جو بھی دیا جائے اس میں حرج نہیں کہ اجیر کو اجرت سے زیادہ دینا تبرع ہوگا۔

دوسری صورت میں اصل سوال یہ سامنے آتا ہے کہ تراویح پر روپے لینے دینے کا رواج ہے یا نہیں اگر ایسا ہے تو المعروف عرفا کا المشر وط شرعا کے تحت اجرت ہی پر پڑھوانا پڑھنا ہوا اور یہ جائز نہیں اس لیے ایسی صورت میں جواز کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جسکو ہم نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے دوسرے سوال کے جواب میں بیان کیا ہے اور اگر لینے دینے کا رواج نہیں تو بطور صلہ جو بھی دے وہ لینا دینا حلال اور طیب ہوگا جزاء الاحسان الا الاحسان۔

سوال (۵) بعض مساجد میں ائمہ مساجد تراویح میں ختم کلام اللہ شریف کے بجائے حفاظ قرآن کی صحیح خوانی کے سماعت پر مامور ہوتے ہیں اور اس مقررہ عمل پر اجرت

امامت سے زائد اجرت (معین یا غیر معین) پیش کی جاتی ہے اگر ائمہ مساجد اس خدمت پر مامور نہ ہوں، بلکہ کوئی دوسرا، تو یہ مقدار اجرت دوسرا ہی پائے گا کہ ائمہ مساجد، کیا یہ اجرت سماعت کلام اللہ شریف ائمہ مساجد کے لیے بھی ناجائز و حرام ہے یا حلال و طیب؟

جواب یہاں بھی توضیح سوال کے لیے دو صورت پر نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) امام کی تقرری بحیثیت ملازم متعین وقت کے لیے اسی متعین اجرت پر ہونا۔

(۲) امام کی تقرری صرف امام پنجگانہ کے لیے ہونا۔

امام کی تقرری اگر پہلی صورت کے مطابق ہوئی ہے تو اس وقت میں جو کام چاہیں لیں اور امامت سے زائد متعین یا غیر متعین دینا تبرع ہوگا۔

اور دوسری صورت کے لحاظ یہ دیکھنا ہے کہ جس علاقہ میں تراویح ہو رہی ہے وہاں تراویح پر امامت پنجگانہ سے زائد دینے کا رواج ہے یا نہیں اگر رواج ہے تو المعروف کا مشروط کے تحت اجرت ہی پر پڑھنا پڑھوانا ہے اور اجیر کی اجرت غیر معین جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے ”لا یصح حتیٰ تکنون المنافع معلومة والاجرة معلومة“، اس لیے تراویح سے پہلے ہی وقت مقررہ کے لیے اجرت معین کر لینا ضروری ہے۔ اور دینے کا رواج نہیں ہے اور کچھ دیدے تو حرج نہیں، بلکہ احسن ہوگا؛ قوله تعالیٰ هل جزاء الا حسن الا احسان۔

اب رہا یہ سوال کہ سماعت قرآن پر اجرت جائز ہے یا نہیں اور اس کا جواب دو وجہوں سے دیا جاسکتا ہے۔

(۱) جب کسی شئی کے عدم جواز پر کوئی دلیل موجود نہ ہو تو اس صورت میں اصول فقہ کا مسلم الثبوت ضابطہ اصل الاشياء اباحتہ کے تحت وہ شئی جائز ہوتی ہے تو چونکہ تلاوت کلام اللہ کی سماعت پر اجرت کے عدم جواز کی کوئی وجہ ممانعت میری نظر سے نہیں گزری ہے، اس لیے تلاوت کلام اللہ کی سماعت پر اجرت لینا دینا حلال و طیب ہوگا۔

(۲) معلم قرآن کا مقصد متعلم قرآن کو قرآن کے اندر حرکات، سکونات، قراءات، تجوید، تربیت عثمانی، اور مشابہات میں ہونے والی غلطیوں پر تنبیہ کر کے اس کی درستگی کی طرف

ہدایت دینا۔ اور فقہائے متاخرین نے تعلم قرآن پر اجرت کے جواز کا حکم بر بنی مصلحت مثلاً فرمایا ”استحسنوا الاستتجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن (باب اجارة الفاسده هدايه ج ۲ ص ۳۰۳)

حفظ قرآن کی صحیح خوانی پر معمور سامع قرآن کا وہی مقصد ہے جو ایک معلم قرآن کا ہے اور معلم قرآن کو اجرت لینا دینا جائز تو سامع قرآن کو بھی اجرت لینا دینا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۶) کیا مسئلہ دائرہ میں تعامل کی تاثیر موجب تخفیف ہے؟

جواب۔ مذکورہ سوال کا فقہی جواب نفی میں ہے۔

چونکہ تلاوت کلام اللہ پر اجرت کے عدم جواز کا حکم قطعی الثبوت و قطعی الدلالة ہے اور ضرورت کے علاوہ دوسرے اسباب ایسے احکام میں مؤثر نہیں ہوئے ہیں جس کا ثبوت قطعی الدلالة ہو۔

لہذا مسئلہ دائرہ میں تعامل کی تاثیر موجب تخفیف نہ ہوگی۔ جیسے: شراب، زنا، اور قتل عمد کی حرمت قطعی ہے اگر ان فعل حرام پر تعامل انسان ہو جائے پھر بھی کسی قسم کی تخفیف و ترخیص کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

مفتی و نائب صدر المدرسین

جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی شریف گورول مظفر پور بہار

(۱۶/۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۳۲/۳ ستمبر ۲۰۰۴ء)

مفتیان کرام کا متفقہ فیصلہ

## فصلہ: درباره اجارۂ تراویح

مورخہ: ۱۶/۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۳/۲ ستمبر ۲۰۰۴ء

(۱) اصل مذہب کے مطابق تراویح میں تلاوت قرآن پر اجرت لینا دینا ناجائز و حرام ہے۔ خواہ اجرت معلوم ہو یا مجہول، ہاں یہ صورت اپنائی جائے کہ تراویح پڑھوانے والے حفاظ کو معین وقت اور معین اجرت پر اجیر رکھ لیں، مثلاً یہ کہیں کہ سات بجے شام سے ۱۱ بجے رات تک اتنے دنوں کے لیے پانچ ہزار روپے پر آپ کو اجارہ میں لیا اور حافظ کہے کہ میں نے قبول کیا اور حافظ سے تراویح پڑھوا کر اسے مقررہ اجرت دی جائے۔ اس کے بعد کچھ لوگ اپنے طور پر نذرانہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں اس میں حرج نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

(۲) مسجد کے معین امام کو بھی فرض عشاء کے بعد مثلاً ۹ بجے سے ۱۱ بجے رات تک بطور اجیر مقرر کیا جائے، پھر ان سے تراویح پڑھوائی جائے تو جائز ہے اس طرح وقت خاص کی اجرت طے ہوگی معین امام کے لیے لینا جائز ہوگا۔

(۳) مذکورہ بالا حکم حافظ سامع (جو لقمہ دینے کے لیے مقرر کئے جاتے ہیں ان

کے لیے بھی ہے۔: واللہ تعالیٰ اعلم

(خصوصی شمارہ ماہنامہ سنی دنیا فقہی سیمینار نمبر ستمبر ۲۰۰۹ء)

## قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کا ثبوت

بزرگانِ دین، اولیائے کاملین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود سرکار  
دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال : ان رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم كان يأتي أحدا كل عام فاذا تفوه الشعب سلم على  
قبور الشهداء فقال : سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار ؛ (تفسير در  
منثور ۴/ ۱۰۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
شہدائے احد کے مزارات پر ہر سال تشریف لے جاتے۔ جب وادی کے پاس پہنچتے تو  
شہدائے کرام کو سلام کرتے تو فرماتے کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے سبب اور تمہارا آخری  
گھر بہت اچھا ہے۔

امام حافظ ابوالقاسم سلمان بن احمد معجم اوسط میں نقل فرماتے ہیں: عن ابی  
ہریرۃ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبر ابويه او احدهما  
فی کل جمعة غفر له و کتب برأ (المعجم الاوسط ۶/ ۲۴۶ رقم ۶۱۱۴)  
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر جمعہ اپنے والدین کی قبر کی زیارت کی یا ان دونوں میں  
سے کسی ایک کی تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہے۔

عن محمد بن ابراهيم التيمي رضي الله تعالى عنه قال : كان النبی  
صلى الله تعالى عليه وسلم يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول: سلام  
عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار قال: وكان ابوبكر وعمر وعثمان يفعلون  
ذلك۔ (مصنف عبد الرزاق ۳/ ۳۸۱ رقم ۶۷۴۵)

ترجمہ: حضرت محمد ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: تم پر  
سلامتی ہو تمہارے صبر کا بدلہ کیا ہی اچھا گھر ملا۔ سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی



رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال ابو رزین یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان طریقى على الموتى فهل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم؟ قال: قل السلام عليكم يا اهل القبور من المسلمين والمؤمنين انتم لنا سلف ونحن لكم تبع وانا ان شاء اللہ تعالیٰ بكم لاحقون، قال ابو رزین: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسمعون؟ قال: یسمعون ولكن لا یستطعون ان یجیبوا (مسند عقیلی ۱۹/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل ایمان اور اہل اسلام سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں، لیکن جواب نہیں دیتے۔

مسلم شریف میں ہے: قال انا ابن جریح عن عبد اللہ بن کثیر بن المطلب انه سمع محمد بن قیس یقول سمعت عائشة تحدث فقالت الا احدثکم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعنی قلنا بلیٰ ح وحدثنی من سمع حجاجا الا عور واللفظ له قال اخبرنی عبد اللہ رجل من قریش عن محمد بن قیس بن مخرمة بن المطلب انه قال: یوما الا احدثکم عنی وعن امی قال فظننا انه یرید امه التی ولدته قال قالت عائشة علی احدثکم عنی وعن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلنا بلیٰ قال قالت کما کانت لیلتی التی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہا عندی انقلب فوضع رداءہ وخلع نعلیہ فوضع عند رجلیہ وبسط طرف ازارہ علی فراشہ فاضطجع فلم یلبث الا ریظ ما ظن ان قد رقدت فاخذ رداءہ رویداً وانتعل رویداً وفتح الباب رویداً فخرج ثم اجافہ رویداً وجعلت درعی فی راسی واختمرت وتقنعت ازاری ثم

انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهورول فگرولت فاحضر فاحضرت فسبقتة فدخلت فليس الا اضطجعت فدخل فقال مالك يا عائش حشيا رابية قالت قلت لاشي قال لتخبريني او ليخبرني اللطيف الخبير قالت قلت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت وامى فاخبرته قال فانت السواد الذى رايت امامى قلت نعم فلهزنى فى صدرى لهزة او جعتنى ثم قال ظننت ان يحيف الله عليك ورسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال فان جبريل اتاتى حين رايت فنادا نى فاخفاه منك فاجبته فاحفيته منك ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك وظننت ان قدر قدت فكرهت ان ارقدك وضشيت ان تستوحشى فقال ان ربك يامرك ان تاتى اهل البقيع فتستغفر لهم قالت قلت كيف اقول يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال قول السلام على اهل الديار المستقدمين منا والمستأخرين وانا ان شاء الله بكم للاحقون- ( صحيح مسلم كتاب الجنائز رقم ۹۷۴ / السنن الكبرى للامام ابى عبد الرحمن النسائى ۱ / ۶۵۵ رقم ۲۱۶۴ )

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھ سے قریش کے ایک شخص نے کہا کہ محمد بن قیس بن مخرمہ بن مطلب ایک دن کہنے لگے کیا میں تم کو اپنی ماں کی طرف سے حدیث بیان نہ کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمجھا کہ شاید وہ اپنی نسبی ماں کا ذکر کر رہے ہیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا میں تم کو اپنی طرف سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان نہ کروں۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں حضرت عائشہ نے فرمایا: اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر تھے، آپ نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے تھوڑی دیر میری نیند کے خیال سے ٹھہرے رہے، پھر آہستہ سے چادر اوڑھی جوتا پہنا چپکے سے دروازہ کھولا اور آرام سے باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، میں نے بھی ایک چادر سر پر اوڑھی ایک چادر

اپنی گرد لپیٹ لی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی آپ بقیع قبرستان پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ نے تین بار اپنے ہاتھ اٹھائے پھر واپس لوٹنے لگے میں بھی واپس چل پڑی، آپ تیز چلے میں بھی تیز چلی آپ اور تیز چلے میں بھی اور تیز چلی آپ گھر آئے میں آپ سے پہلے گھر پہنچ گئی اور آتے ہی لیٹ گئی، آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا: اے عائشہ! کیا ہوا تمھاری سانس کیوں چڑھ رہی ہے؟ میں نے کہا: کوئی خاص بات نہیں آپ نے فرمایا: تم خود بتلا دو ورنہ لطیف و خیر (اللہ تعالیٰ) مجھے بتلا دے گا! میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں پھر میں نے ساری بات بتلا دی آپ نے فرمایا: مجھے اپنے آگے ایک ہیوٹی سا جو نظر آرہا تھا وہ تم تھیں؟ میں عرض کیا: ہاں! آپ نے (شفقت آمیز انداز سے) میرے سینہ پر ایک ہاتھ مارا جس سے مجھے درد ہوا پھر فرمایا: کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمھارا حق مار رہا ہے، میں نے سوچا کہ جب لوگ حضور سے کچھ چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بتلا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تم نے مجھے دیکھا تھا اس وقت جبرئیل میرے پاس آئے تھے اس نے مجھے بلایا اور تم سے مخفی رکھا میں اس کے بلانے پر گیا اور میں نے بھی تم سے مخفی رکھا وہ تمھارے پاس نہیں آئے تھے، کیوں کہ تم (زائد) کپڑے اتار چکی تھیں اور میں نے یہ خیال کیا تھا کہ تم سوچکی ہو میں نے تمہیں جگانا نامناسب خیال کیا اور یہ بھی خیال آیا کہ تم گھبراؤ گی آپ نے فرمایا: تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم جا کر اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کرو حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: جا کر کہنا اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں سب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہم بھی انشاء اللہ تمھارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرماتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال ابو رزین یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان طریقۃ علی الموتی فہل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم؟ قال: قل السلام علیکم یا اہل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ تعالیٰ 'بکم لا حقون، قال

ابورزین : یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسمعون؟ قال : یسمعون  
ولکن لا یستطعون ان یجیبوا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/ ۱۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ  
جب ان پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل ایمان اور اہل اسلام  
سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شا اللہ تم سے ملنے والے ہیں  
۔ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا مردے سنتے  
ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں، لیکن جواب نہیں دیتے۔

مسلم شریف میں ہے: حدثنا یحییٰ بن یحییٰ التمیمی و یحییٰ بن ایوب  
وقتیبہ بن سعید قال یحییٰ بن یحییٰ اخبرنا وقال الآخران حدثنا اسماعیل بن  
جعفر عن شریک و ہوا بن ابو نمر عن عطاء بن یسار عن عائشۃ رضی اللہ  
عنہا انها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتها من  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام  
علیکم دار قوم مؤمنین و اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم  
لاحقون اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد (مسلم شریف باب ما یقال عند دخول  
القبور و الدعاء لاهلها رقم ۹۷۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی باری کی  
رات ان کے پاس ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں جنت  
البقیع کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ تم پر سلامتی ہو اے مؤمنین کے  
گھر والو! تمہارے پاس وہ کل آگیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے  
ملنے والے ہیں؛ اے اللہ! مدفون بقیع کی مغفرت فرما۔

امام ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام نووی کا قول نقل فرماتے ہیں:

قال النووی فی الاذکار قال محمد بن احمد بن المروزی سمعت  
احمد بن حنبل یقول اذا دخلتم المقابر فاقرؤا بفاتحة الكتاب والمعوذتین

وقل هو الله احد واجعلوا ثواب ذلك لاهل المقابر فانه يصل اليهم (مرقاۃ  
شرح مشکوٰۃ ۴ / ۸۱، ۸۲)

ترجمہ: امام نووی شافعی کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں: محمد بن احمد مروزی نے کہا  
کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو سورۃ  
فاتحہ، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس اور قل هو الله احد پڑھو اور  
اس کا ثواب پورے قبرستان والوں کو بخش دو کہ ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

اسی میں آگے ہے ”عن أبي هريرة قال رسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهكم  
التكاثر ثم قال انى جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لاهل المقابر من  
المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له الى الله تعالى واخرج القاضى ابوبكر بن  
عبد الباقي الانصارى فى مشيخته عن سلمة بن عبيد قال قال حماد المكي  
خرجت ليلة الى مقابر مكة فوضعت رأسى على قبر فنمت فرأيت اهل  
المقابر حلقة حلقة فقلت قامت القيامة قالوا لا ولكن رجل من اخواننا قرأ  
قل هو الله احد وجعل ثوابها لنا فنحن نقسمه منذ سنة“ (مرقاۃ شرح  
مشکوٰۃ ۴ / ۸۱، ۸۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم قبرستان جاؤ تو سورۃ فاتحہ، قل هو الله احد اور  
والهکم التكاثر پڑھو اور کہو کہ اے رب! میں نے تیرا جو کلام پڑھا ہے اس کا ثواب  
قبرستان کے تمام مؤمنین اور مؤمنات کو عطا فرما جو تیری شان کریمی کے لائق ہے، اسی وجہ  
سے اہل قبرستان بروز حشر اس کے لیے بھی سفارش کریں گے۔ امام قاضی ابوبکر بن عبد الباقي  
انصارى رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشخیت میں سلمہ بن عبيد سے روایت کرتے ہیں کہ حماد مکی نے کہا کہ  
میں ایک رات مکہ کے قبرستان کی طرف گیا اور ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا تو قبرستان والوں  
کو خواب میں دیکھا کہ جماعت در جماعت بنائے بیٹھے ہیں میں نے کہا کیا قیامت قائم  
ہوگئی؟ ان لوگوں نے جواب دیا نہیں، لیکن ہمارے بھائیوں سے ایک شخص نے،، قل



هو الله احد،، پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے تو اس کو ایک سال سے ہم لوگ آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔

امام بیہقی سنن کبریٰ میں روایت نقل فرماتے ہیں: عن ابن بریدہ عن ایہ قال: کان رسول اللہ ﷺ يعلمہم اذا خرجوا الى المقابر فکان قائلہم یقول: السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین و، انا انشاء اللہ بکم لا حقون، انتم لنا فرط و نحن لکم تبع نسأل اللہ العافیہ (السنن الکبریٰ ۴۶۱/۵ رقم ۷۳۱۴)۔

ترجمہ: حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ تعلیم دیتے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو یہ کہو السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین و، انا انشاء اللہ بکم لا حقون، انتم لنا فرط و نحن لکم تبع نسأل اللہ العافیہ“ (اے مومنین اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آ ملیں گے تم ہم سے پہلے آئے اور عنقریب ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

امانوی ریاض الصالحین میں نقل فرماتے ہیں: وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرج من الخرا للیل الى البقیع فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا کم ما تو عدون غداً امؤجلون و انا ان شاء اللہ بکم لا حقون اللهم اغفر لا هل البقیع الغرقدر واه مسلم (ریاض الصالحین باب استحباب زیارة القبور للرجل ما یقولہ الزائر۔ ۳۲۷)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی رات میں ان کے پاس قیام فرماتے تو آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ تم پر سلامتی ہو اے مومنین کے گھر تمہارے پاس وہ آ گیا جس کا تم سے کل وعدہ کیا گیا تھا اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں اے اللہ مدفون بقیع کی مغفرت فرما!



مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عنہا قالت له كيف اقول يا رسول الله تعنى  
فى زيارة القبور قال قولى السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين  
ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وانا ان شاء الله بكم  
للاحقون۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ان کے لیے کیا کہوں یعنی قبرستان کے مردوں کی زیارت کروں تو  
میں کیا کہوں؟ تو سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو السلام علی  
اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المتقدمین منا والمستأخرین  
وانا ان شاء الله بكم لاحقون۔ (اے مؤمنین اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلامتی  
ہو اور اللہ فضل فرمائے اس پر جو آچکے ہیں اور اس پر بھی جو آنے والے ہیں اور انشاء اللہ ہم  
بھی تم سے عنقریب ملنے والے ہیں)

امام الحدیث امام ابو بکر بن خزیمہ زیارتِ قبور کو نہ صرف جائز سمجھتے، بلکہ وہاں  
جا کر قبروں کی تعظیم و توقیر بجالاتے، اپنی تواضع و انکساری ظاہر کرتے اور قبر کے پاس جا کر  
خوب گڑ گڑا کر روتے۔ جیسا کہ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں  
نقل فرماتے ہیں:

قال وسمعت ابا بکر محمد بن المؤمل بن الحسن بن عيسى يقول  
: خرجنا مع امام اهل الحديث ابى بكر بن خزيمة ، وعديله ابى على الثقفى مع  
جماعة من مشائخنا ، وهم اذ ذلك متوافرون الى زيارة قبر على بن موسى  
الرضى بطوس قال : فرأيت من تعظيمه يعنى ابن خزيمة لتلك البقعة وتواضع  
لها وتضرعه عندها ما تحيرنا۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ / ص ۷۴۶)

ترجمہ: راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن مؤمل بن حسن بن عیسیٰ کو کہتے  
ہوئے سنا کہ ہم امام الحدیث ابو بکر بن خزیمہ اور اس کے ہم عصر اور ہمرتبہ ابو علی ثقفی کے  
ساتھ اپنے مشائخ کی ایک جماعت میں نکلے اور علی بن موسیٰ رضی بطوس کی قبر کی زیارت  
کے لیے مشائخ عظام کی بہت بھیڑ لگی ہوئی تھی تو میں نے دیکھا کہ امام الحدیث ابو بکر بن خزیمہ

ابوبکر بن خزیمہ قبر کی تعظیم و توقیر کر رہے ہیں، تواضع و انکساری سے پیش آرہے ہیں اور اس کی قبر کے پاس گڑگڑا رہے جس سے میں حیرت میں پڑ گیا۔

امام المحمد ثین حضرت ابوبکر بن خزیمہ کا قبر کی تعظیم و توقیر بجالانا اور وہاں جا کر گڑگڑانا صرف اس لیے تھا کہ یہ انہیں معلوم تھا کہ جس سرزمین کو نیک اور صالح بندوں سے نسبت ہوا کرتی ہے وہاں دعا قبول ہوتی ہے جس کی اصل قرآن کریم میں موجود ہے۔

قوله تعالى هنالك دعا زكريا ربه قال رب هب لي من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء (سورة آل عمران پ ۳ / آیت ۳۸)

ترجمہ: یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا (کنز الایمان)

یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین نے محراب کا معنی اشرف المجالس بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام قاضی محمد بن محمد عمادی حنفی تفسیر ابی سعود میں تحریر فرماتے ہیں:

قیل: المحراب اشرف المجالس ومقدمها كانها وضعت في اشرف

موضع من بيت المقدس (تفسیر ابی السعود ج ۲ / ص ۵۰)

دوسری بات یہ کہ قبرستان میں جا کر ایصال ثواب کرنے سے مردے کو فرحت و انبساط ملتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں بے شمار مواقع میں اس کی ترغیب آئی ہے۔

عن ام المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ما من رجل يزور قبر اخيه ويجلس عنده الا استانس ورد عليه حتى يقوم۔ (جد الممتار ۱ / ۴۰۵)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مرد اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا اور اسکے پاس نہیں بیٹھا، مگر وہ صاحب قبر اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اسکی باتوں کا جواب دیتا ہے جب تک وہ وہاں سے اٹھ کھڑا نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

”قبرستان میں جا کے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارت قبور بھی سنت ہے

اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے رحمت الہی اترتی ہے،،۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۳۱۵)

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ابتداء اسلام میں قبروں کی زیارت کے لیے ممانعت تھی، کیوں کہ لوگ زمانہ جاہلیت سے قریب تھے، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها، فانها تذكركم الآخرة“۔ (مصنف عبد الرزاق ۳/۳۷۸ رقم: ۱۸۲۴)۔

البتہ زائرین بسا اوقات زیارت کے لیے ایسی حالت میں نکلتے ہیں جو تقاضاے انسانیت کے بالکل برخلاف ہے، کبھی راستہ اور کبھی مزار میں مردوں اور عورتوں کا اس قدر اختلاط ہوتا ہے کہ جس کی اجازت نہ شریعت کبھی دیتی ہے نہ عقل اور بعض زائرین کا حال یہ ہے کہ وہ درگاہ ہی میں کھاتے، پیتے، بیہودہ بکواس کرتے، اور سوتے اور جاگتے، بلکہ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ آداب زیارت ہی نہیں، بلکہ شرع کے بھی خلاف ہے اسی طرح کی زیارت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: لان یجلس احدکم علی جمرة فتحترق ثیابه فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر (البدر المنیر فی تخریج أحادیث الشرح الكبير ۳/۵۲۶ الحدیث الخامس بعد الثمانین / مسند ابی داؤد الطیالسی ۳/۲۶ رقم ۲۶۶۷ / معرفة السنن و الآثار للبيهقي ۳/۲۰۶ رقم ۲۲۰۳)

ترجمہ: بیشک زائر قبر کا آگ کی چنگاری پر بیٹھنا کہ کپڑا جل کر جلد تک پہنچ جائے بہتر ہے اس سے کہ وہ ایسی حرکت کے ساتھ مزار پر بیٹھے، مکمل صادق آتی ہے۔ اس طرح کی حرکتوں سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے، ایک موقع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاتؤذ صاحبك کہ مردوں کو تکلیف مت پہنچاؤ: اس عبارت کے تحت امام ابو عبد اللہ معروف حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

وقوله : لاتؤذ صاحبك ای أن الأرواح تعلم بترك اقامة الحزمة و

بالاستهانة، فيتأذى بذلك (نوادير الاصول ۲/۷۷۶)

ترجمہ: مردوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، کیونکہ رحوں کو تعظیم و توقیر اور توہین کا علم ہوتا ہے توہین کرنے سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

## مردے کے نام سے عقیقہ کرنا کیسا ہے؟

عقیقہ شکر ولادت کا نام ہے جو اظہار مسرت کے لیے ہوتا ہے اور بعد موت یہ موقع نہ رہا تو پھر عقیقہ کا کوئی مطلب نہیں۔ ہاں قربانی ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: مردے کا عقیقہ نہیں کہ وہ شکر ولادت ہے۔ بخلاف قربانی کہ ایصال ثواب ہے، سات دن سے پہلے مر گیا تو ابھی عقیقہ کا وقت ہی نہ آیا تھا، اور بعد کو مرا تو عقیقہ کیا، اس بچے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا، اگر بلا وجہ باوصف استطاعت نہ کیا، افضل یہ ہے کہ پسر کے لیے دوڑ ہوں، اور دختر کے لیے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا مکمل ہے اور اگر نرمادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں، (رضویہ ۵۴۶/۸ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں: مردے کا عقیقہ نہیں ہو سکتا کہ عقیقہ دم شکر ہے اور شکرانی زندہ ہی کے لیے ہو سکتا ہے) (فتاویٰ امجدیہ ۳۳۶/۳)

## مزار بنانے کا شرعی حکم

آج دنیا کس قدر ترقی پر ہے یہ کسی پر پوشیدہ نہیں، اور سائنس والوں نے تو کمال ہی کر دیا ہے، شاید کچھ اسی طرح دنیاے سنیت میں مزارات کا اضافہ ہو رہا ہے، اور جس تیزی سے یہ اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ مساجد کے منارے کی بجائے مزارات کی گنبدیں نظر آنے لگیں۔ اور یہ صرف، اس لیے کہ صاحب قبر کے وارثین بغیر محنت و مشقت اٹھائے انکا نام بیچ کر اپنی معاشی زندگی خوبصورت سے خوبصورت ترین بنا لیتے ہیں۔ پانچ سال مسلمانوں کے ایک ایسے کثیر آبادی والے علاقہ میں رہنے کا اتفاق ہوا جو تقریباً پچاس گاؤں سے زائد پر مشتمل ہے، ہر گاؤں میں مزار، خانقاہ اور پیر ضرور ہیں، ان میں بعض خانقاہیں اور پیران طریقت ایسے ہیں جو واقعہ خانقاہی نظام اور شرعی احکام کے پابند ہیں اور امت مسلمہ کو رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہیں اور دینے کے اہل بھی ہیں، ورنہ تو اکثر و بیشتر کا حال یہ ہے کہ وہ رشد و ہدایت لینے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ ایسے ہی اشخاص

کے لیے احادیث میں وارد ہے ”المتعبد بغیر فقه کالحمارفی الطاحون“  
(کنز العمال ۹/ ۶۸۷ الباب الاول فی الترغیب / کشف الخفاء ۲ / حدیث  
نمبر ۲۵۲۶)

یعنی؛ علم شریعت کے بغیر عابد ایسا ہے، جیسے چکی کا گدھا)۔ گاؤں میں رہنے  
والے سیدھے سادھے مسلمان پیر صاحب کے جبہ، عمامہ اور چھڑی سے اسقدر مرعوب ہو  
جاتے ہیں کہ اپنی عقیدتوں کا سودا کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں کرتے، ان حضرات کو  
پیر کا مبلغ علم اور مراتب سلوک اگر صحیح طور پر معلوم ہو جائے، تو شاید اتنی بے دردی سے اپنی  
عقیدتوں کا جنازہ نکالنے میں جلد بازی نہ کریں۔ مرید ہو جانے کے بعد انکی دلی خواہش یہ  
ہوتی ہے کہ ان کے پیر کا مزار عالیشان اور خوبصورت ہو، وہ خود صاحب استطاعت ہوتے  
ہیں تو اپنی جیب سے مزار کی تعمیر کرنے کو اپنا فرض منصبی اور توشہ آخرت تصور کرتے ہیں،  
ورنہ دیگر ارادتمندوں، عقیدتمندوں، اور متوسلین سے جنت کی ضمانت پر ایک خطیر رقم وصول  
کر کے عقیدتوں کا حق ادا کرتے ہیں اور پھر دیکھتے دیکھتے گاؤں میں ایک تاج محل تیار ہو  
جاتا ہے اور پیر صاحبان ایسے موقع سے جس کشادہ قلبی سے تحسین و تبریک کے کلمات پیش  
کرتے ہیں وہ بھی قابل دید ہوتا ہے مرید کے خرچ کرنے، اور پیر کی مبارکبادیاں دینے  
میں شاید دونوں کی مجبوری بھی ہے، پیر کی مجبوری یہ ہے کہ اگر دل کھول کر تعریفی کلمات پیش  
نہ کریں تو شاید آئندہ مرید اپنی سخاوت کا مظاہرہ نہ کرے، اور مرید کی مجبوری یہ ہے اگر دل  
کھول کر خرچ نہ کرے تو پیر کی نظر میں محبوب و مقبول بننے کا خواب پورا نہ ہو، کیونکہ آجکل  
اکثر پیر کی نظر میں مقبول و محبوب ہونے کا معیار یا تو مرید کی دولت ہے یا پھر کوئی بہت بڑا  
شورس، اور یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو ملاقات و مصافحہ ہی نہیں، بلکہ سلام کرنے کا خواب  
بھی اخیر وقت تک پورا نہیں ہوتا ہے۔ انتقال سے پہلے معمولی القابات سے ملقب ہوتے  
ہیں، لیکن انتقال کے بعد اسرار و رموز کے جتنے مناصب، عہدے اور القابات میسر ہو سکتے  
ہیں وہ سارے خوبصورت بورڈ پر چسپاں ہو جاتے ہیں۔ گاؤں والوں کو اس سے دلچسپی اس  
لیے ہوتی ہے کہ اس کے صدقہ سال میں ایک بار عورتوں اور مردوں کا میلہ لگ جاتا ہے اور  
سال بھر کے بکھرے ہوئے اعزاء و اقارب آسانی سے مل جاتے ہیں، اور زیادہ چالاک



ہوتے ہیں تو چائے کی دوکان کھول کر سال بھر کا خرچ بھی نکال لیتے ہیں۔ اب گاؤں میں مزار یا عرس شرعی نقطہ سے کتنا مفید ہے؟ اور کتنا مضر؟ کسی بھی انصاف پسند مسلمان سے مخفی نہیں۔ اور اب اعراس کی کثرت اس قدر ہو گئی ہے کہ تاریخوں کا یاد رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ عورتوں کا قوت حافظہ جواب دے دے تو شاید صحیح وقت پر عرس میں حاضر ہو کر صاحب مزار کے فیوض و برکات سے مستفیض بھی نہ ہو سکیں۔ انہیں حالات کے پیش نظر چودہ سو برس پہلے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا۔

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجصص القبر وان یقعد علیہ وان ینبی علیہ (مسلم شریف ۱/۳۱۲) ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے المصنف ج ۳ ص ۳۲۵ ح ۶۵۱۵ میں امام ابو داؤد نے کتاب الجنائز ص ۴۶۰ میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۵۳ ح ۱۴۱۴۸ میں بیان فرمایا ہے۔)

**صاحب قبر** اگر واقعہ صاحب علم و فضل، منبع رشد ہدایت، اور مرجع خلافت ہے تو ایسے حضرات کی قبر پر عمارت، گنبد، مینار بنانا مباح ہی نہیں بلکہ علما، محدثین، محققین، اور فقہاء کے نزدیک مستحسن ہے۔

علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للاحیاء لا لالظلال لمیت فقط جاز فکانہ یقول اذا کان علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباحاة جاز (عمدۃ القاری ۸/۱۸۳) یعنی میت کی قبر پر خیمہ لگانے کا مقصد صحیح ہو تو جائز ہے۔ جیسے زائرین کو دھوپ سے سایہ کرنے کے لیے خیمہ لگانا، بشرط کہ اس سے تفاخر مقصود نہ ہو۔ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ”اذا کان الخیمۃ لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منہیۃ الخ۔ وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء



المشهورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ (مرقات ۴ / ۶۹) ترجمہ : جب قبر پر خیمہ کسی فائدہ کی وجہ سے لگایا جائے، مثلاً خیمہ اس لیے لگایا جائے کہ نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی ممانعت نہیں ہے اور سلف صالحین نے مشہور علما اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔

خاتم المحققین والفقہا علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

لا یکرہ اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات (ردالمحتار

۲ / ۲۵۷)۔ یعنی مشائخ علما اور سادات کرام کی قبر پر مزار بنانا جائز ہے۔

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حق حنفی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

قال الشيخ عبدالغنی النابلسی فی (کشف النور عن اصحاب القبور

(ما خلاصة أن البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء

القباب على قبور العلماء والاولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب

على قبورهم أمر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم فی أعین العامة حتی لا

یحتقروا صاحب هذا القبر وكذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولياء

والصلحاء من باب التعظیم والاجلال أيضاً لا ولیاء فالمقصد فیها مقصد

حسن (روح البیان ۳ / ۴۸۲)

ترجمہ: شیخ عبدالغنی (کشف النور عن اصحاب القبور) میں فرماتے ہیں۔ بدعت

حسنہ وہ ہے جو مقصود شرع کے مطابق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علما، اولیا اور صالحین کی قبروں پر گنبد

بنانا، غلاف ڈالنا، اور چادر چڑھانا جائز ہے، جبکہ اس سے مقصود عوام کی نظر میں صاحب قبر کی

عظمت ہوتی ہے کہ معمولی قبروں کو دیکھ کر انہیں حقیر نہ سمجھیں، اسی طرح ان کے مزارات پر

چراغاں کرنے کا مقصد بھی یہی ہو کہ اولیا و علما کا اعزاز و اجلال ظاہر ہو اس نیت سے ان امور

کا کرنا جائز ہی نہیں، بلکہ مستحسن ہے۔

اشعة اللمعات میں ہے: وعن البخاری تعلیقاً قال لما مات الحسن ابن

الحسن ابن علی ضربت امراته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعت صائحا

يقول الا هل وجدوا ما فقدوا فاجا به اخر بل يؤسوا فانقلبوا (اشعة اللمعات ۲ ص ۹۱۴)

ترجمہ: بخاری سے تعلیقاً مروی ہے کہ جب حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا، پھر اٹھا لیا تو کسی پکارنے والے کو پکارتے ہوئے سنا جو کہتا تھا: کیا انھوں نے جو کھویا تھا وہ پالیا تو دوسرے نے جواب دیا، بلکہ مایوس ہو کر چل پڑے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی مجمع بحار الانوار کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورهم الناس ویستر یحون فیہ۔ ترجمہ۔ بے شک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیا و علما کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمایا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۱۴۶)

صاحب قبر اگر عالم دین نہیں ہے، بلکہ صرف ایک مومن ہے، لیکن عقیدت اور لاعلمی میں لوگوں نے مزار بنادیا تو اب مزار کو ڈھایا نہ جائے کہ اس میں صاحب قبر کی تحقیر اور بد مذہبوں کے طریقہ سے مشابہت ہے اور جس عمل سے عظمت کی بجائے حقارت ہو وہ عمل درست نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو مرنے سے پہلے بھی اور مرنے کے بعد بھی مکرم و معظم بنایا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم (بنی اسرائیل ۷۰) ترجمہ: اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔ سورہ منافقون میں ہے۔ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین ولكن المنافقین لا یعلمون: ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں (کنز الایمان)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حفظ دین، حفظ نفس (جان، عزت و آبرو)، حفظ نسل، حفظ عقل، حفظ مال، احقاق حق، ابطال باطل اور عمل بالسنۃ کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ (عنوان: مزار بنانے کا شرعی حکم: مطبوعہ ماہ نامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۱ء مبارکپور)

## قبرستان میں موم بتی جلانا کیسا ہے؟

قبرستان میں موم بتی جلانا بظاہر فضول ہے اور انسان پر لازم ہے کہ ہر فضول کام سے احتراز کرے کہ فضول کام شیطانی کام ہے قرآن کریم میں ہے: ان المبذرین کانوا

اخوان الشیاطین (بنی اسرائیل آیت ۲۷) لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہو؛ جہاں سے لوگوں کا گزر رہوتا ہے تو حسب ضرورت روشنی کرے تاکہ گزرنے والوں کو یہ پتہ رہے کہ یہاں قبر ہے۔ اور صاحبِ قبر معظم ہے یا کوئی درگاہ تو بھی چراغاں کرے اس سے صاحبِ قبر کی عظمت و رفعت لوگوں کے دلوں میں بیٹھے گی اور اہل اللہ کی عظمت دل میں بیٹھانا ایمانیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ رشاد فرماتا ہے۔ و من یعظم شعائر اللہ (الحج آیت ۳۲) امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی نے روشنی کی صورتِ جواز، اور صورتِ عدم جواز دونوں کو واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ حدیقہ ندیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

”امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں: قال الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الی القبور بدعة اتلاف مال کذا فی البزازیہ اھ وھذا کله اذا خلا عن فائدة واما اذا کان موضع القبور مسجداً او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحہ المشرقة علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاماً للناس انه ولی لیتبرکوا به ویدعوا اللہ تعالیٰ عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه والاعمال بالنیات۔

یعنی والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درر وغرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضعِ قبور میں مسجد ہے یا قبورِ سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققینِ علما میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے۔ جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اس روشنی سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ انکی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلاً ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں: روی ابو داؤد و ترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرچ ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائدة کما ذکرنا

یعنی ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی، یعنی ان لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے اس سے بھی مراد وہ صورت ہے محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے۔ وہ ہی عبارت فتاویٰ بزاز یہ میں ہے ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے انکے معنی روشن فرمادئے اور تصریح ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں فائدہ کی متعدد مثالیں بیان فرمائیں۔

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر برسر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے۔ گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے (اور مقابر مسلم قدموں تلے روندنے سے محفوظ رہیں گے)

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، اور قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قد سنا اللہ تعالیٰ باسرا رہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل ہے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین، خواہ مجاورین سے تو نادرا خالی ہوتے ہیں، مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالخصوص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان

کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۹۰)

امام ممدوح قدس سرہ زید کے اس سوال کا کہ ”بزرگوں کی قبروں پر کیوں (روشنی کرتے ہیں، کسی فاسق و فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے،، جواب ارشاد فرمایا کہ: تعظیماً لروحہ المشرقة علی تراب جسده الخ، یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۹، ص ۴۹۶)

### قبر پر اگر بتی جلانا، عطر وغیرہ چھڑکنا کیسا ہے؟

عطریات یعنی خوشبو کے اقسام، گلاب پانی، عطر وغیرہ چھڑکنا، لوبان، وغیرہ جلانا مباح و محبوب ہے۔ اور گلاب کا پھول یا دیگر اقسام کے پھول، پیتیاں وغیرہ قبر پر ڈالنا بہتر ہے کہ یہ سب چیزیں جب تک تر رہیں گی، حمد الہی میں مصروف رہیں گی۔

اور اس کے باعث رحمت الہی کا نزول ہوتا رہے گا، اور مردے کو فرحت حاصل ہوگی۔

علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں: مادام رطباً یسبح اللہ تعالیٰ فیو نس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة: اقول: ودلیلہ ماورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلاة والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی القبرین الذین یعذبان۔ وتعلیلہ بالتخفیف عنہا مالم یبیس: آی یخفف عنہما ببرکة تسبیحہما، اذا هو اکمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر من نوع حیاء علیہ، فکراهة قطع ذلك وان نبت بنفسه ولم یملك لأن فیہ تفویت حق المیت۔ ویؤخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع، ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع أغصان الآس ونحوہ۔ (رد المحتار ۲/۲۶۳)

ترجمہ: قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے۔ پھول جب تک تر رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلاتا ہے، اور ذکر الہی سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے ایسی دو قبر پر ڈال دیئے کہ جس پر عذاب نازل ہو رہا تھا



آپ نے فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی، تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی، کیونکہ خشک کی بہ نسبت تر میں تسبیح کی مقدار زیادہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک طرح کی زندگی باقی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے خود روپودا کا نکالنا قبر کے پاس یا قبر پر سے منع ہے، کیونکہ اس میں میت کے حق کو فوت کرنا ہوتا ہے۔ اس بات سے اور حدیث پاک کے اتباع کے لحاظ سے اس کا مندوب ہونا واضح ہوتا ہے۔ اسی پر اس کا قیاس بھی ہوگا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وضع الورد الریاحین علی القبور حسن وان تصدق بقیمة الورد کان احسن (فتاویٰ عالمگیری ۵/۳۵۱)  
فقہائے کرام کی ان عبارتوں کی اصل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قبرین فقال اما انہما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدہما فکان یمشی بالنمیمۃ واما الآخر فکان لا یستتر من بولہ قال فدعا بعسیب رطب فشقہ باثنین ثم غرس علیٰ هذا واحداً وعلیٰ هذا واحداً ثم قال لعلہان یخفف عنہما مالم یبسا۔ (مسلم باب نجاسة الدم و کیفۃ غسلہ ۱/۱۴۱/المسامرہ ۲۲۳ الرکن الرابع فی السمعیات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گزر رہا تھا، آپ نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے (یعنی دنیا میں اس شخص کے گمان میں یہ کوئی بڑا گناہ نہیں تھا، ورنہ تو چغلی کرنا گناہ کبیرہ ہے)، ان میں سے ایک شخص چغلی کرتا تھا، اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگوائی، اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا، اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ خاص اگر بتی جلانے میں یہ خیال رہے کہ قبر کے اوپر نہ جلائیں۔



علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: وقد قيل: ان المعنى فيه ان يسبح مادام رطبا فيحصل التخفيف ببركة التسبيح و على هذا فيطرد في كل مافيه رطوبة من الا شجار وغيرها وكذلك فيما فيه بركة كالذكر وتلاوة القرآن من باب الاولى۔ وقد تاسى بريدة بن الحصيب الصحابي بذلك فاوصى ان يوضع على قبره جريدتان: (فتح الباری ۱/ ۴۲۵ باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله)

ترجمہ: ایک قول یہ ہے کہ کھجور کی شاخ جب تک تر رہے گی خدا کی پاکی بیان کرے گی تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی یہ برکت درخت وغیرہ ہر اس چیز کو شامل ہوگی جس میں بھی تری ہوگی۔ اسی طرح ہر ایسی چیز تخفیف عذاب کا سبب بنے گی جس میں برکت ہوگی۔ جیسے: ذکر الہی اور تلاوت قرآن کہ اس میں بدرجہ اتم برکت ہے۔ حضرت بريدہ ابن الحبيب صحابی رضی اللہ عنہ نے اسی کو اختیار کیا۔ اسی وجہ سے اس نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رقم طراز ہیں: اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق الميت (قبر کی چھت حق میت ہے)؛ ہاں قریب قبر خالی زمین پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۲۲۵۹)

## مزارات پر حاضری کا طریقہ

کسی دن بھی مزارات پر حاضری نفع بخش ہے لیکن افضل یہ ہے کہ زیارت جمعہ، سنیچر، پیر اور جمعرات کے دن کرے، اور سنت طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر زیارت کرے اور دعا بھی کھڑے ہو کر مانگے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جنت البقیع میں نکل کر اسی طرح دعا کرتے تھے۔ زائرین قبور صاحب قبر کے مواجہہ میں پائنتی کھڑے ہو کر پہلے سلام کریں پھر اس کے لیے مغفرت، رفعت اور اپنی برکت کی دعا کریں۔

الفقه الاسلامی و ادلتہ میں ہے ”والافضل ان تكون الزيارة يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس. والسنة زيارتها قائما والدعاء عندها

قائماً، کما کان یفعل رسول اللہ ﷺ فی الخروج الى البقیع .

و یستحب للزائر ان یقرأ سورة ﴿یس﴾ لما ورد ان انس انه قال : قال رسول اللہ ﷺ ((من دخل المقابر فقرأ یس ای اهدی ثوابها للاموات خفف اللہ عنهم یومئذ، وکان له بعدد ما فیها حسنات )) وقال علیه السلام : ((اقرؤا علی موتا کم یس)) (الفقه الاسلامی ۲ / ص ۱۵۶۹)

علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ثم من آداب الزيارة ما قالوا، من انه يأتي الزائر من قبل رجلى المتوفى لا من قبل راسه لانه اتعب لبصر الميت، بخلاف الاول لانه يكون مقابل بصره، لكن هذا اذا امكنه، والا فقد ثبت انه عليه الصلاة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس ميت و آخرها عند رجليه ومن آدابها، ان يسلم بلفظ السلام عليكم على الصحيح لا عليكم السلام، فانه ورد . السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وانا ان شاء الله بكم لاحقون، ونسأل الله لنا ولكم العافية ثم يدعو قائما طويلا، وان جلس يجلس بعيدا او قريبا بحسب مرتبته في حال حياته (ردالمحتار مطلب في زيارة القبور ۲ / ۲۶۳)

ترجمہ: فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ زائر قبر صاحب قبر کے پائنتی (دونو پیر) کی جانب سے آئے، اس کے سر کی جانب سے نہ آئے کہ اسے دیکھنے میں میت کو دشواری کا سامنا کرنا پڑیگا اور پیر کی جانب سے آنے میں میت کو یہ دشواری نہیں ہوگی، لیکن یہ اس صورت میں ہے، جبکہ پائنتی جانب سے آنے میں کوئی پریشانی نہ ہو، کیونکہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورۃ بقرہ کا پہلا حصہ صاحب قبر کے سر کی جانب پڑھا اور دوسرا حصہ پائنتی کی جانب، اور آداب زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ صاحب قبر کو السلام علیکم کہے علیکم السلام نہ کہے، کیونکہ حدیث میں . السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وانا ان شاء الله بكم لاحقون، ونسأل الله لنا ولكم العافية (اے مؤمنین اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آئیں گے؛ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا

سوال کرتے ہیں) وارد ہے، پھر کچھ دیر کھڑا رہے، اور اگر بیٹھے تو دور بیٹھے یا اتنا ہی قریب بیٹھے جتنا کہ اس کی زندگی میں ان سے قریب بیٹھتا تھا

مسلم شریف میں: عن سلمان بن بريدة عن ابيه رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يعلمهم اذا خرجوا الى المقابر فكان قائلهم يقول ( فى رواية ابى بكر): "السلام على اهل الديار من المؤمنين ( فى رواية زهير) السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله للاحقون اسأل الله لنا ولكم العافية ( صحيح مسلم رقم ۹۷۵ ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو تعلیم دیتے کہ جب وہ قبرستان نکلیں یہ الفاظ کہیں "السلام عليك اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله بكم لاحقون انتم فرطنا ونحن لكم تبع ونسأل الله لنا ولكم العافية رواه احمد ومسلم وغيرهما۔ (اے مؤمنین اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آ ملیں گے ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں ۔

ترمذی شریف میں ہے: عن ابن عباس ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم مر بقبور المدينة فاقبل عليهم بوجهه فقال السلام عليك يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا ونحن بالأثر ( ترمذی شریف ابواب الجنائز رقم ۱۰۵۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرتے تو چہرہ انور مواجہ کی طرف فرما لیتے اور کہتے: السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا ونحن بالأثر (اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے اور تم ہم سے پہلے آ گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں)

مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن ابن عباس قال مر النبى صلى الله عليه

وسلم بقبور بالمدينة فاقبل عليهم (مشکوٰۃ شریف ۱۵۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ کی قبرستان سے گزرتے تو چہرہ انور مواجہ کی طرف فرما لیتے۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای علی اهل القبور وفيه دلالة على ان المستحب في حال السلام على الميت ان يكون وجهه لوجه الميت وان يستمر كذا لك في الدعاء وعليه عمل عامة المسلمين (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۱۱۴)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ کے قبروں سے گزرتے تو اپنا چہرہ انور قبر والوں کی طرف کر لیتے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل دلیل ہے اس بات پر کہ میت کو سلام کرنے کی حالت میں مستحب یہ ہے کہ اس کا چہرہ میت کی طرف ہو اور جب تک دعا میں مشغول رہے چہرہ اسی طرف رکھے اور اسی پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ”مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پابندی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہ میں کھڑا ہو۔ اور متوسط آواز بادب سلام عرض کرے السلام علیکم یاسیدی ورحمة اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار۔ الحمد شریف ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورۃ اخلاص سات بار۔ پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۃ یٰسین اور سورۃ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الہی اس قراءت پر مجھے ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کونذریہ پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے، اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام،،۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۲)

## قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا کیسا ہے؟

قربانی کا دن اور قربانی کا گوشت بہت مقدس و پاکیزہ ہے۔ اس کی عظمت ہی کی

وجہ ہے کہ اس دن کسی طرح کا بھی روزہ رکھنا حرام ہے کہ اس دن منجانب اللہ ضیافت ہوتی ہے اور کفار جن کا دشمنان اسلام سے ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے ایسے اشخاص کو گوشت (متبرک چیز) دینا دشمنان رب سے محبت کرنا ہے۔ نیز ایک پاکیزہ چیز کا ناپاک لوگوں کو دینا ہوگا۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ وقد کفروا بما جائکم من الحق (الممتحنہ، ۱) ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا (کنز الایمان)

وہ لوگ جو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک نہیں ہرگز وہ اس گوشت کو کھانے کے اہل نہیں ہیں۔ متبرک چیز تو صرف اور صرف ان حضرات کے لیے ہے جن کا دل نور ایمان سے روشن ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ (الخبیث للخبیث والخبیثون للخبیث والطیث للطیثین والطیون للطیث) (پ ۱۸، آیت ۲۶) ترجمہ: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے (کنز الایمان)

قربانی کے گوشت کے ہر ٹکڑے سے تو تقرب الی اللہ (ثواب) مقصود ہوتا ہے۔ اور غیر مسلم جو سرے سے ثواب کا اہل ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: لا خلاق لہم فی الآخرة یعنی آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں (کنز الایمان)، تو ان کو یہ گوشت کھلانے سے تقرب الی اللہ کیسے حاصل ہوگا۔

فقیر اعظم حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ”ان کافروں کو نہ قربانی کا گوشت دینا جائز ہے نہ اور دوسرا بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت دینا جائز کہ جو جانور خدا کی عبادت کے لیے ذبح کیا گیا اس کا گوشت خدا کے دشمن کو دیکر خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی، یا ناخوشی اس کو ہر عاقل جان سکتا ہے،، (فتاویٰ امجدیہ، ۳/۳۱۸) ایسے اشخاص سے دوستی قائم کرنا اپنے آپ کو خود بتا ہی میں ڈالنا ہے۔ قرآن کریم میں ان سے دور رہنے کی سخت تاکید آئی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم قد یئسوا من الآخرة کما یئس الکفار من اصحاب القبور (الممتحنہ ۱۳) یعنی اے ایمان والو!

ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے (کنز الایمان) لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کان آبائهم وابنائهم واکھوانهم او عشیرتهم (المجادلہ ۲۲) ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں (کنز الایمان)۔

### کیا ثواب تقسیم ہوتا ہے؟

بعض حضرات کے ذہن میں ہے کہ جس کے نام سے ایصالِ ثواب کی محفل منعقد ہوتی صرف اسی کے نام سے ایصالِ ثواب ہونا چاہیے تاکہ اس کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم، جود و سخا، عطیہ و بخشش وغیرہ حدود و شمار سے باہر ہیں۔ کیا شانِ ربوبیت سے یہ امید نہیں ہے کہ جو رب ایک حرف کے عوض دس گناہ مٹانے اور دس نیکیاں لکھنے کا حکم دے وہ ہر ایک شخص کو ثواب برابر دے اور یقیناً دیتا ہے اور یہی احادیث کا مفہوم ہے۔

چنانچہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما حجة تامة من غیر ان ینقص من اجر ہما شیئا (شعب الایمان ج ۶ ص ۲۶۹۰ رقم الحدیث ۷۹۱۲)

ترجمہ: حضور [نے فرمایا جو شخص اپنے والدین کی طرف سے ان کے انتقال کے بعد حج کرے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے لیے جہنم سے آزادی لکھتا ہے اور والدین کو بھی حج کا پورا ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ حج کرنے والے کے حق میں ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

امام حافظ نور الدین پٹمی روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حج عن میت فللذی حج عنہ اجرہ، و من فطر صائماً فلہ مثل اجرہ و من دعا الی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ (مجمع الزوائد ج ۳/ ۴۶۱ رقم الحدیث ۵۶۸۶)



ترجمہ: حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس کے لیے ثواب میت کے مثل ثواب ہوگا۔ اور جو روزہ دار کو افطار کرائے اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اور جو کسی کو نیک کام کی دعوت دے اسے نیکی کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

امام حافظ نور الدین ہاشمی کی ایک اور روایت ہے: قال رسول اللہ ﷺ اذا تصدق بصدقة تطوعا فيجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرها ولا ينقص من اجره شيئا؛ (مجمع الزوائد ج ۳ / ۲۵۳ رقم الحديث ۴۷۶۹)

علامہ ابن ہمام فتح القدير میں نقل فرماتے ہیں: من مر على مقابر وقرأ قل هو الله احد احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات (شرح فتح القدير ج ۳ / ص ۱۴۳ باب الحج عن الغير)

ترجمہ: حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور قل هو الله گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اموات مسلمین کو بخشے بعد و تمام اموات برابر ثواب ملے گا۔

مسلم شریف میں ہے: عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا۔ (مسلم شریف رقم الحديث ۲۶۷۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اسے ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے حق میں کوئی کمی نہیں کی جائیگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو گمراہی اختیار کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور گمراہوں کے سزاؤں میں کوئی کمی نہیں کی جائیگی۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہے کہ ایصالِ ثواب میں دوسرے اموات مسلمین کو شامل کیا جائے تو کسی کے حق میں ثواب میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہوگی۔

الفقہ الاسلامی میں ہے: الأفضل لمن يتصدق نفلاً ان ينوی لجميع المؤمنين و المؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شيء ويستحب اهداء ثواب القراءة للنبي ﷺ لانه انقذنا من الضلالت ففي ذلك نوع شكر واسداء جميل له (الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۵۷۰)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: الأفضل لمن يتصدق نفلاً ان ينوی لجميع المؤمنين و المؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شيء (ردالمحتار ج ۲/ ۲۶۳)

ترجمہ: جو شخص صدقہٴ نافلہ کرے اس کے لیے بہتر ہے کہ تمام مؤمنین اور مؤمنات کی نیت کرے، کیوں کہ ان سب کو برابر ثواب پہنچتا ہے اور اس کی نیکی میں کچھ بھی کمی نہیں کی جاتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے ردالمحتار کے دوسرے صفحہ میں لکھتے ہیں: ”سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً فاجاب بانه افنى جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل۔ (ردالمحتار ج ۲/ ۲۶۴)

ترجمہ: حضرت ابن حجر مکی سے سوال ہوا کہ اہل مقبرہ کے لیے اگر فاتحہ پڑھا جائے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا پورا ملے گا؟ انھوں نے جواب دیا کہ فقہائے کرام کی ایک جماعت نے دوسری صورت پر فتویٰ دیا ہے اور وہی فضلِ الہی کی وسعت کی شان کے مطابق ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل کے کرم عظیم و فضل عظیم سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے، اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مؤمنین و مؤمنات احیا و اموات کے لیے ہدیہ کرے علمائے اہل سنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا،۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/ ۱۹۸)

مذکورہ احادیث اور فقہی جزئیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عمل خیر کرنے والے اور جس کے نام سے ایصالِ ثواب کیا جائے دونوں کے حق میں ثواب برابر ملتا ہے اور یہی اہل

سنت و جماعت کا موقف ہے۔

## میت کے گھر کھانا کب تک بھیجنا چاہیے اور کتنا بھیجنا

### چاہیے؟

تقریباً اکثر جگہ کا معمول ہے کہ خاندان میں جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو اہل خاندان میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجتے ہیں اور یہ سنت بھی ہے۔

علامہ شمس الدین بن قدامہ مقدسی شرح کبیر میں فرماتے ہیں: و يستحب أن يصلح لأهل الميت طعاماً يبعث اليهم ولا يصلحون هم طعاماً للناس لما روى عبد الله بن جعفر قال: لما جاء نعي جعفر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءهم أمر شغلهم"، (الشرح الكبير الذي يلي المغنی ۳ / ۳۲۶)

ترجمہ: میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکا کر بھیجنا مستحب ہے، میت کے گھر والے خود کھانا نہ پکائیں، حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب جعفر کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ، کیونکہ وہ لوگ مصروف ہیں۔

لیکن کتنا بھیجنا چاہیے اور کب تک بھیجنا چاہیے، تو عموماً لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ میت کے گھر اتنا ہی کھانا بھیجنا چاہیے جس قدر میت کے گھر والوں کے لیے کافی ہو اس سے زیادہ کی حاجت نہیں۔ میت کے گھر اگر کچھ اقربا و اعزا بطور ہمدردی رہ گئے ہوں تو اہل خاندان کو چاہیے کہ انہیں اپنے گھر بلائیں اور گھر میں کھانا کھلائیں نہ یہ کہ اس کے لیے بھی وہاں کھانا بھیجیں، اور کھانا صرف اسی دن بھیجیں جس دن انتقال ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں میت کے گھر کھانا بھیجنے سے متعلق سوال ہوا سوال و جواب ملاحظہ ہو:

**سوال:** بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھاتی بھیجا جاتا ہے

اس کو اہل میت کے اعزا قریب یا اعزا پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروف تجہیز

وتکفین رہتے ہیں۔ اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں، مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیاں ہمدردی اہل میت اس کے شریک حال رہتے ہیں۔ اس کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کھانا مکروہ ہو گا یا حرام؟

**جواب:** پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اسمیں کھائیں،،۔ (فتاویٰ رضویہ ۲/۲۱۸)

### دیکھو عذاب سے نجات کیسے ملتی ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں: ”طبرانی نے ”کبیر“ میں حکیم ترمذی نے ”نوادر“ میں اور اصہبانی نے ترغیب میں عبدالرحمن بن سمرہ سے روایت کی کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ ایک شخص کی روح قبض کرنے کو ملک الموت تشریف لائے، لیکن اس کا ماں باپ کا اطاعت کرنا سامنے آگیا اور وہ بچ گیا، اور ایک شخص پر عذاب چھا گیا، لیکن اسکے وضو نے اسے بچالیا، ایک شخص کو شیاطین نے گھیر لیا؛ لیکن اللہ کے ذکر نے اسے بچالیا، اور ایک شخص کو عذاب کے فرشتوں نے گھیر لیا؛ لیکن اسے نماز نے بچالیا، ایک شخص نے دیکھا کہ پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہوئے تھا اور ایک حوض پر پانی پینے جاتا تھا، مگر لوٹا دیا جاتا تھا اتنے میں اسکے روزے آگئے اور اس کو سیراب کر دیا، ایک شخص کو دیکھا کہ انبیا حلقے بنائے بیٹھے تھے وہ ان کے پاس جانا چاہتا تھا؛ لیکن دھتکار دیا جاتا تھا کہ اتنے میں اس کا غسل جنابت آیا اور اس کو میرے پاس بیٹھا دیا، ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی تو اس کا حج و عمرہ آگیا اور اس کو منور کر دیا، ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہے؛ لیکن کوئی اس کو منہ نہیں لگاتا تو صلہ رحمی آکر مومنین سے کہتی ہے کہ تم اس سے کلام کرو، ایک شخص کے جسم اور چہرے کی طرف آگ بڑھ رہی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے بچا رہا ہے تو اس کا صدقہ آگیا اور اس کو بچالیا، ایک شخص کو زبانیہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا؛ لیکن اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آیا اور اسے بچالیا اور رحمت کے فرشتوں کے حوالے کر دیا، ایک شخص کو دیکھا جو گٹھنوں کے بل بیٹھا تھا؛ لیکن اس کے اور خدا کے درمیان حجاب

ہے، مگر اس کا حسن خلق آیا اور بچا لیا اور خدا سے ملا دیا، ایک شخص کو اس کا صحیفہ بائیں طرف سے دیا گیا تو اس کا خدا سے ڈرنا آ گیا اور اس کا صحیفہ سیدھے ہاتھ میں دے دیا گیا، ایک شخص کا وزن ہلکا رہا، مگر اس کا سخاوت کرنا آ گیا اور نیکیوں کا وزن بڑھ گیا، ایک شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا تھا؛ لیکن اللہ سے ڈرنا آ گیا اور وہ بچ گیا، ایک شخص جہنم میں گر گیا؛ لیکن اس کے وہ آنسو آ گئے جو اس نے خشیتِ الہی میں بہائے اور وہ بچ گیا، ایک شخص پل صراط پر کھڑا تھا اور ٹہنی کی طرح لرز رہا تھا؛ لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن آیا اور اسے بچا لیا اور وہ پل صراط سے گزر گیا، ایک شخص جنت کے دروازہ تک پہنچ گیا؛ لیکن جنت کا دروازہ بند ہو گیا تو توحید کی شہادت آئی اور دروازہ کھل گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گیا؛ کچھ لوگوں کے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے میں نے جبریل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ لوگوں کے درمیان چغل خوری کرنے والے ہیں کچھ لوگوں کو ان کی زبانوں سے لٹکا دیا گیا تھا؛ میں نے، جبریل سے ان کے بارے میں پوچھا: تو انھوں نے بتایا کہ یہ لوگوں پر بلا وجہ الزام گناہ لگانے والے ہیں قرطبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی عظیم ہے اس میں ایسے مخصوص اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو خاص آفات سے محفوظ رکھیں گے۔

اسی کے دوسرے صفحہ میں ہے

”ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بہ سند ضعیف انس سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اسے سورۃ تبارک کے علاوہ کچھ قرآن یاد نہ تھا اب فرشتہ عذاب قبر میں آیا تو وہ سورت نمودار ہوئی تو فرشتہ عذاب نے کہا کہ چوں کہ تو موجود ہے اس لیے میں واپس جاتا ہوں، لیکن میں نہ تو تیرے لیے نہ اپنے لیے اور نہ اس شخص کے لیے کچھ نفع نقصان کا مالک ہوں، اگر تو اس کی نجات چاہتی ہے تو بارگاہِ خداوندی میں جا اور اس کی شفاعت کر تو سورت بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوتی ہے اور عرض پرداز ہوتی ہے کہ اے میرے رب! اس شخص نے مجھ ہی کو تیری کتاب میں سے منتخب کر لیا تھا تو مجھ سے سیکھا اور پڑھا تو کیا اس کو جہنم رسید فرمانا چاہتا ہے، اگر تو اس کے ساتھ ایسا کرنے والا ہے تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے تو خدا فرمائے گا کہ تو شاید ناراض ہو گیا قرآن کہے گا کہ مجھے ناراض ہونے کا حق ہے: خدا فرمائے گا: جا میں نے اس کے حق میں تیری شفاعت قبول کی، چنانچہ وہ



فرشتہ کو قبر میں آکر یہ اطلاع دیتا ہے اور فرشتہ بلا عذاب دئے چلا جاتا ہے؛ وہ سورت آکر اس شخص کے منہ پر اپنا منہ رکھتی ہے اور کہتی ہے کہ اے منہ! تجھے خوش خبری ہو، کیونکہ تو مجھے بہت پڑھتا تھا اور سینے کو خوش خبری ہو کہ یہ مجھے یاد رکھتا تھا اور خوش خبری ان قدموں کو کہ یہ مجھے کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور وہ اس کو قبر میں مانوس کرنے کے لیے رہتی ہے۔ جب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو ہر چھوٹے بڑے آزاد اور غلام سب ہی نے اسے یاد کر لیا اور حضور ﷺ نے اس سورت کا نام منجیہ رکھا۔ (شرح الصدور ۱۶۷)

### آیت ”وان لیس للانسان الا ما سعی“ مطلب

بعض فقہائے کرام قرآن کریم پڑھ کر مردوں کو ایصال ثواب کے جواز کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے ”وان لیس للانسان الا ما سعی“ (النجم ۳۹) ترجمہ: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا، مگر اپنی کوشش (کنز الایمان) اور اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کو امام ابو حاتم محمد بن حبان نے صحیح ابن حبان میں روایت کیا ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جاریۃ، او علم ینتفع بہ، او ولد صالح یدعولہ۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۰۱۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد (جو اس کے حق میں دعا کرے)

امام ابو جعفر محمد بن طبری تفسیر طبری میں اور امام بغوی تفسیر بغوی میں اور اس کے علاوہ بے شمار مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت ”وان لیس للانسان الا ما سعی“ کا حکم آیت ”والذین آمنوا واتبعوہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم“ سے منسوخ ہے وہ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس: هذا منسوخ الحكم في هذه الشريعة۔ (تفسیر

البغوی ۴/ ۲۵۴)



ملا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے آیت کریمہ سے ہونے والے اعتراض کا جواب رقم فرماتے ہیں:

اختلف فی وصول ثواب القرآن للمیت فجمهور السلف والائمة الثلاثہ علی الوصول وخالف فی ذالک امامنا الشافعی مستدلاً بقوله تعالیٰ ”وان لیس للانسان الاماسعی“ واجاب الاولون عن الآیة بوجوه - احدها : انها منسوخة بقوله تعالیٰ ”والذین آمنوا واتبعتم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم الآیة ادخل الابناء الجنة بصلاح الآباء - الثانی : انها خاصة بقوم ابراهیم وموسى علیهما الصلاة والسلام فاما هذه الامة فلها ما سعت وماسعی لها قاله عكرمة - الثالث : المراد بالانسان ههنا الکافر فاما المومن فله ما سعى له قاله الربیع ابن انس - الرابع : لیس للانسان الاماسعی من طریق العدل فاما من باب الفضل فجائز ان یزیده الله ماشاء قاله الحسین بن فضل الخامس : ان اللام فی للانسان بمعنی علی ، ای لیس علی الانسان الاماسعی واستدلوا علی الوصول بالقیاس علی الدعاء والصدقة والصوم والحج والعقیق فانه لا فرق فی نقل الثواب بین ان یکون عن حج او صدقة او وقف او دعاء او قراءة وبالا حدیث المذکورة وهی وان كانت ضعیفة فمجموعها یدل علی ان لذلک اصلاً وان المسلمین ما زالوا فی کل مصر وعصر یجتمعون ویقرئون لموتاهم من غیر نکیح فکان ذالک اجماعاً - (مرقاة شرح مشکوٰۃ تحت الفصل الثالث من باب دفن المیت ۸۲/۴)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ مردے کو قرآن کریم کا ثواب پہنچنے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ جمهور سلف اور ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ مردے کو قرآن کریم کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ”لیس للانسان الاماسعی“ اور جمهور سلف اور ائمہ ثلاثہ نے اس آیت کے پانچ جواب دیئے ہیں:

(۱) پہلا جواب : آیت مذکورہ کا حکم منسوخ ہے۔ اور اس کا نسخہ یہ آیت ہے

”والذین آمنوا واتبعتهم ذریعتهم بایمان الحقنا بهم ذریعتهم“ (اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی)۔ تو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آبا و اجداد کی صلاح کی وجہ سے اولاد جنت میں جائیگی۔

(۲) دوسرا جواب: یہ حکم خاص ہے حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی امت کے ساتھ، لیکن امت محمدیہ تو اس کے لیے دونوں ہیں یعنی جو اس نے کی وہ بھی جو اس کے لیے کسی نے کی وہ بھی اور یہ قول عکرمہ کا ہے۔

(۳) تیسرا جواب: یہاں پر انسان سے کافر مراد ہے، لیکن مومن کے لیے وہ بھی ہے جو اس کے لیے سعی کیا جائے۔ یہ قول ربیع بن انس کا ہے۔

(۴) چوتھا جواب: انسان کے لیے بطریق عدل وہی ہے جو اس نے کیا۔ اور بطریق فضل تو اللہ تعالیٰ جس قدر عطا فرمادے۔ یہ قول حسین بن فضل کا ہے۔

(۵) پانچواں جواب: ”لیس للانسان“ میں لام بمعنی علی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان پر مواخذہ صرف اسی عمل کا ہوگا جو اس نے کیا ہے۔ اور پہلی جماعت نے اپنے قول ”قرآن کریم کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے“، اس کا قیاس کیا؛ دعا، صدقہ، روزہ، حج، اور آزاد کرنے پر، کیونکہ ان سب چیزوں کا ثواب مردے کو پہنچنے اور قراءت قرآن کے ثواب میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ان سب چیزوں کا ثواب پہنچے اور قرآن کریم کا ثواب نہ پہنچے۔ ان سب چیزوں کا جواز احادیث سے ثابت ہے، حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن ان سب کے مجموعہ کی دلالت اس بات پر ہو رہی ہے کہ ہیں کہ اس کی اصل ضرور ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر شہر میں مسلمان جمع ہو کر اپنے مردوں کے لیے قرآن شریف پڑھا کرتے ہیں تو اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ثابت ہوا۔

امام شرف الدین طیبی شرح الطیبی میں فرماتے ہیں: سمعت أحمد بن حنبل یقول: اذا دخلتم المقابر فاقراءوا بفاتحة الكتاب، والمعوذتين، وقل هو الله أحد، واجعلوا ثواب ذلك لاهل المقابر، فانه یصل الیهم، والمقصود من زیارة القبور للزائر الاعتبار، والمزور الانتفاع بدعائه وذكره فی الاذکار۔ (شرح الطیبی ۳/ ۴۰۷) ترجمہ: میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا:

جب تم قبرستان جاؤ، تو سورہ فاتحہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، اور قل هو اللہ أحد پڑھ کر اہل قبرستان کو اس کا ثواب بخش دو، کیونکہ ثواب مردوں کو ملتا ہے، اور زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے، اور جن کی زیارت کی جائے وہ اس کی دعاؤں سے فائدہ حاصل کرے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی المغنی میں فرماتے ہیں: ”ولنا ما ذکرناہ و أنه إجماع المسلمین فانہم فی کل عصر و مصر یجتمعون و یقرءون القرآن و یتہدون ثوابہ الی موتاہم من غیر نکیر،“ (المغنی لابن قدامہ ۳/۳۲۷)

ترجمہ: ایصال ثواب کا جواز جو ہم نے بیان کیا ہے تو اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، کیونکہ ہر زمانہ اور ہر شہر میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اور قرآن شریف پڑھ کر اپنے مردوں کو اس کا ثواب پہنچاتے ہیں اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔

تفسیر صاوی میں ہے: من اعتقد ان الانسان لا ینتفع الا بعملہ فقد خرق الاجماع وذلك باطل من وجوہ كثيرة، احدها: ان الانسان ینتفع بدعاء غیرہ وهو انتفاع بعمل الغیر، ثانیہا: ان النبی ﷺ یشفع لاءہل الموقف فی الحساب ثم لا ہل الجنة فی دخولہا، ثالثہا: لاءہل الكبائر فی الخروج من النار، رابعہا: ان الملائکۃ یدعون ویستغفرون لمن فی الارض - خامسہا: ان اللہ تعالیٰ یرج من النار من لم یعمل خیرا قط بمحض رحمۃ و هذا انتفاع بغير عملہم، سادسہا: ان اولاد المؤمنین یدخلون الجنة بعمل آبائہم، سابعہا: قال تعالیٰ فی قصۃ الغلامین الیتیمین وکان ابوہما صالحا، ثامنہا: ان المیت ینتفع بالصدقة وبالعتق بنص السنة والاجماع - تاسعہا: ان الحج المفروض یسقط عن المیت بحج ولیہ عنه بنص السنة، عاشرہا: ان الحج المنذور او الصوم المنذور یسقط عن المیت بعمل غیرہ بنص السنة وهو انتفاع بعمل الغیر - حادی عاشرہا: الممدین قد امتنع ﷺ بالصلاة علیہ حتی قضی دینہ ابو قتادۃ وقضی دین الآخر علی بن ابی طالب وانتفع بصلاة النبی ﷺ وهو من عمل الغیر الی آخر ما قال - واجیب باجوبۃ منها ان الآية منسوخة

ورد بانها خبر والاخبار لاتنسخ - ومنها ان المراد بالانسان الکافر - ومنها ان  
هذا حکایة عما فی صحف موسیٰ و ابراهیم فلیس فی شرعنا - ( حاشیہ  
صاوی ۴ / ۱۳۵ )

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ انسان کو خود کے عمل کا فائدہ ہوگا تو خلاف اجماع  
ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے (۱) انسان دوسرے کے عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہی  
غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہوا (۲) نبی کائنات ﷺ حساب کے روز کھڑے رہنے والوں  
کے لیے شفا رش کریں گے اور جنتیوں کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے شفا رش  
کریں گے (۳) گنہگاروں کو جہنم سے نکالنے کے لیے شفا رش کریں گے (۴) فرشتے دعا  
کریں گے اور زمین میں بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کریں گے (۵) اللہ تبارک  
و تعالیٰ جہنم سے اسے بھی نکالنے کا حکم فرمایا جس نے کبھی نیکی کی ہی نہیں، اور یہ محض فضل  
الہی سے ہوگا، اور یہ بھی غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہوا (۶) مسلمانوں کی اولاد اپنے  
والدین کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگی۔ (۷) اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو یتیم بچوں کے  
بارے میں فرمایا کہ ان کے والدین نیک تھے (اسکی تفصیل سورہ کہف میں ہے) (۸) میت  
کے لیے صدقہ کرنے سے اسے فائدہ ہوگا اور اسکی طرف سے حج کرنا اور یہ سب احادیث  
اور اجماع سے ثابت ہے اور یہی غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہوا۔ (۹) حج مفروض ساقط  
ہو جاتا ہے اس کے ولی کے حج کرنے سے۔ (۱۰) حج مندور، صوم مندور دوسرے کے  
کرنے سے بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ (۱۱) ایک قرض دار کی نماز جنازہ پڑھانے سے نبی  
کائنات ﷺ نے انکار فرمایا، تو حضرت ابو قتادہ نے اس کی طرف سے قرض ادا کیا؛ اور ایک  
دوسرے کا قرض حضرت علی ابن ابی طالب نے ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز  
سے فائدہ اٹھانا یہ بھی غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہوا۔ (۱۲) آیت کا حکم منسوخ ہے (آیت  
پاک کی یہ وضاحت حنفی مسلک کے تحت ہے اور شوافع کے یہاں آیت پاک محکم اور اپنے  
معنی پر مثبت ہے) (۱۳) اور حدیث پاک خبر ہے اور خبروں سے آیتوں کا حکم منسوخ نہیں  
ہوتا۔ (۱۴) انسان سے مردار کافر ہے (۱۵) اسکی حکایت ہے جو صحیفہ موسیٰ اور ابراہیم  
میں ہے ہماری شریعت میں نہیں ہے:

**فائدہ:** شریعت سابقہ میں دوسرے کے جرم میں دوسرے شخص کو گرفتار کیا جاتا تھا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تشریف لائے تو آپ نے یہ پیغام دیا کہ کسی کو دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نقل فرماتے ہیں: عن ابن عباس و ابراهیم الذی وفی قال: کانوا قبل ابراهیم يأخذون الولی بالولی، حتی کان ابراهیم فبلغ الاتزر وازرة و زراخری لا یؤاخذ احد بذنب غیره۔ (تفسیر الطبری ج ۱۱ / ص ۵۳۲)

ترجمہ: و ابراهیم الذی وفی کی تفسیر کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد سے پہلے ولی کو ولی کے جرم کی وجہ سے پکڑ لیتے تھے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے یہ حکم پہنچایا ”الاتزر وازرة و زراخری“ (کہ کسی کو بھی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا)۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں بیان فرماتے ہیں:

واخرج ابن المنذر عن هذیل بن شرحبیل قال: کان الرجل یؤخذ بذنب غیره فیما بین نوح الی ابراهیم حتی جاء ابراهیم ﴿﴾ ألا تزر وازرة و زراخری ﴿﴾ (تفسیر درمنثور ۶/ ۱۸۶)

ترجمہ: امام ابن منذر رحمۃ اللہ نے حضرت ہذیل بن شرحبیل رحمۃ اللہ سے تخریج کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد تک کسی شخص کو دوسرے کے جرم میں پکڑ لیا جاتا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے اعلان فرمایا: ألا تزر وازرة و زراخری ﴿﴾ (کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی کوئی کسی کے گناہ کے سبب مواخذہ نہیں کیا جائیگا۔

تفسیر مظہری میں ہے: احادیث میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی روح کو قبض کرتا ہے تو دو فرشتے اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے



رب! تیرا اپنے مومن بندے سے جو وعدہ تھا اس پر تو نے ہمیں ذمہ دار بنایا ہم اس کا عمل لکھتے رہے اب تو نے اس کی روح کو قبض کر لیا ہے اب ہمیں اجازت دو کہ ہم زمین میں رہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا میری زمین تو میری مخلوق سے بھری پڑی ہے جو میری تسبیح کرتے ہیں، بلکہ میرے بندے کی قبر پر کھڑے ہو جاؤ اور قیامت تک ”سبحان اللہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر“ کہو اور میرے بندے کے حق میں لکھتے رہو۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۸۴)

ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہی ہوا کہ مسلمان کو دوسرے کے عمل کا ثواب ملتا ہے، خواہ مرنے سے پہلے ہو یا مرنے کے بعد ہو۔

### کونڈے کی فاتحہ ۲۲ رجب کو کیوں؟

کونڈا: لغت میں نذر و نیاز کی شیرنی کو کہا جاتا ہے۔ لیکن عرف میں کونڈا، حلال طعام کی خیرات اور تلاوت قرآن کا ثواب حضرت امام جعفر الصادق کی روح پاک کو ہدیہ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ کونڈا ایصال ثواب کا ایک جائز اور مستحسن طریقہ ہے۔ جو قرآن و سنت اور سلف صالحین کے قول و عمل کے مطابق ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہ کونڈے کا فاتحہ ’۲۲‘ رجب المرجب کو ہونا چاہیے۔ اور بعض جگہ تو یہ بھی مشہور ہے کہ عورتیں سحری کے وقت مٹی کے برتن میں حلوہ پوری پر فاتحہ دلاتی ہیں۔

مذکورہ تخصیصات اگر یہ سمجھ کر ہو کہ اس کے بغیر امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب ہوگا ہی نہیں تو یہ کھلی جہالت اور گمراہی ہے۔ قارئین کرام! کونڈے کے فاتحہ میں شریعت مطہرہ کی جانب سے نہ تو ۲۲ رجب المرجب کی کوئی تخصیص ہے اور نہ ہی کسی خاص وقت اور خاص چیز کی تعیین۔ ہاں ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو مثلاً تاریخ کا تعیین اس لیے ہو کہ دوست و احباب با سانی پہنچ جائیں اور تلاوت قرآن وغیرہ کثرت سے ہو سکے یا کہ تاریخ متعین خود حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

چنانچہ امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ”حدیث میں آیا ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی زیارت کے لیے ہر سال کا



وقت مقرر فرمالیا تھا۔ جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے۔ اور سینچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور شکر رسالت کے لیے دو شنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی مشاورت کے لیے صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طلب علم کے لیے دو شنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ بن حبان، اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تقریر کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور علماء نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زر نو جی کی تعلیم المتعلم میں ہے، انہوں نے اپنے استاذ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اسکی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے (فتاویٰ رضویہ)

اور میٹھا کھانا (مثلاً حلوہ پوری وغیرہ) اس لیے تیار کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند تھا اور آپ کی پسند یقیناً مومن کی پسند ہے۔

اسی طرح مٹی کے برتن اس لئے مخصوص کیے کہ مٹی کا برتن استعمال کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔ رات کا آخری حصہ اس لئے مقرر کیا کہ وہ بے حد قبولیت اور خاص رحمت الہی کے نزول کا وقت ہے کہ رات کے اخیر حصہ میں دعا قبول ہوتی ہے۔

عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تفتح ابواب السماء نصف الليل، فينادى مناد! هل من داع فيستجاب له؟ هل من سائل فيعطى؟ هل من مكروب فيفرج عنه؟ فلا يبقى مسلم يدعو الله بدعوة الا استجاب الله عز وجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے! ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول فرمائی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ جسے نوازا جائے؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو؟ تو اس وقت جو مسلمان بھی اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرماتا ہے سوائے زانیہ کہ جو اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے معاش حاصل کرتی ہے۔

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: یا رسول اللہ! ای الدعاء اسمع؟ قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبۃ (فتاویٰ رضویہ ۲۱/۴)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کونسی دعا بارگاہِ خداوندی میں زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ کے درمیان میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ کونڈے کے فاتحہ کا مروجہ طریقہ کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو تو پھر اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں بلکہ اس حسن نیت کے باعث حصول اجر کی زیادہ سے زیادہ امید ہے۔

کونڈے کی فاتحہ ۲۲ رجب المرجب کو مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور امام جعفر الصادق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں کسی مسلمان کی وفات کے بعد مسلسل سات دنوں تک اس کے اقرباء اس کی طرف سے بطور ایصال ثواب کھانا کھانا مستحب جانتے تھے۔ جب امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۵ رجب المرجب کو ہوئی تو ان کے معتقدین، متوسلین اور متعلقین نے سات دنوں تک لوگوں کو کھانا کھلا کر آپ کو ایصال ثواب کیا، اخیر دن بہت زیادہ اہتمام ہوا۔ اسی اہتمام کی وجہ سے آپ کے لیے ایصال ثواب ۲۲ رجب المرجب سے منصوب ہو کر مشہور ہو گیا اور عوام میں یہی رائج ہے۔

خود نوشت

مؤلف ایک نظر میں

نام	محمد مبشر رضا ازہر بن مولانا نذیر احمد رضوی مرید حضور مفتی اعظم ہند
مولد و مسکن	آسجہ پوسٹ آسجہ موبیہ وایا بائسی ضلع پورنیہ بہار
تاریخ پیدائش	۱۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء
تعلیم	ابتدائی تعلیم: دارالعلوم امان الاسلام جنتا ہاٹ بائسی پورنیہ۔ اعدادیہ: دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ۔ اولی: دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی پورنیہ۔ ثانیہ تا خامسہ: جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی منو۔ سادسہ تا فضیلت: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ تخصص فی الفقہ: الجامعۃ الرضویہ مغلیہ پٹنہ
فراغت	فضیلت یکم ستمبر ۲۰۰۰ء / تخصص فی الفقہ ۲۰۰۲ء

## اسناد

(۱) مولوی، عالم، فاضل (مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ) (۲) منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل (عربی فارسی بورڈ الہ آباد) (۳) عالم، فاضل (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ) (۴) الاختصاص فی الفقہ (الجامعۃ الرضویہ پٹنہ) (۵) عربی ڈپلومہ (قومی کونسل دہلی) (۶) سند حدیث وفقہ (ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری دامت برکاتہم العالیہ) (۷) سند افتا وقضا (مناظر اسلام فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مضطر دامت برکاتہم العالیہ / عمدۃ المحققین فقیہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ)۔

## تدریسی خدمات

جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی، گورول، مظفر پور بہار

(۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۵ء چار سال بحیثیت مفتی و نائب صدر المدرسین)

مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف یوپی

(۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۷ء دو سال بحیثیت استاذ و مفتی)

دارالعلوم قادریہ صابریہ برکات رضا کلیر شریف یوپی  
(۲۰۰۸ء بحیثیت مفتی و صدر المدرسین ایک سال)

دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، سر خیز احمد آباد گجرات  
(۲۰۰۹ء سے تادم تحریر بحیثیت مفتی، شیخ الحدیث و صدر المدرسین)

درس نظامی کوچنگ سینٹر جنٹاہاٹ بانسی پورنیہ  
(۲۰/ شعبان تا ۲۵/ رمضان آٹھ سال سے ہر سال بحیثیت صدر)

### مشغلہ

تحقیق، تالیف، تدریس، فتویٰ نویسی، مرکزی دارالقضاء ادارہ شرعیہ گجرات (احمد آباد) کے  
مقدمات کی سماعت تحقیق تفتیش اور تصفیہ (بحیثیت نائب قاضی شریعت ادارہ شرعیہ گجرات)

### تصانیف

- (۱) میزان عدل کا تحقیقی جائزہ (مطبوعہ)
- (۲) ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ گجراتی)
- (۳) ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ اردو)
- (۴) حیلہ شرعی جواز و تقاضے (چند مباحث مطبوعہ، ماہنامہ کنز الایمان دہلی، سہ ماہی امجدیہ گھوسی، المختار کلیان)
- (۵) مجموعہ فتاویٰ (دور جسطر غیر مطبوعہ)
- (۶) نظام قضا (زیر ترتیب)
- (۷) غبار مدینہ (مجموعہ مقالات جلد اول غیر مطبوعہ ۳۰۰ صفحات)
- (۸) صبح حیات (مجموعہ مقالات جلد دوم)

### مطبوعہ مقالات

- (۱) اسلام اور شادی (مطبوعہ الامجد میگزین گھوسی)
- (۲) علم اور علماء (مطبوعہ الامجد میگزین گھوسی)
- (۳) روزہ ”اقسام و احکام“، احادیث کی روشنی میں (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۱ء)
- (۴) مزار بنانے کا شرعی حکم (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ اگست ۲۰۱۱ء)
- (۵) حوالہ حدیث اور ہماری بے احتیاطیاں (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۱۳ء)

- (۶) اسلام اور طہارت (مطبوعہ کنز الایمان فروری ۲۰۳۱/ روزنامہ اردو ٹائمس اورنگ آباد یکم مارچ ۲۰۳۱)
- (۷) بحر العلوم: یک قد آور فقیہ (تجلیات امام احمد رضا بریلی شریف ۲۰۱۳)
- (۸) تحفظ خواتین اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ (مطبوعہ روزنامہ اردو ٹائمس اورنگ آباد ۸ مارچ ۲۰۳۱)
- (۹) امام جعفر صادق اور ۲۲ رجب کا کوئٹہ (مطبوعہ ماہنامہ کنز الایمان ۲۰۱۳ء)
- (۱۰) ”امام علم و فن“، ایک ہمہ جہت شخصیت (سہ ماہی المختار کلیان ۲۰۱۳)
- (۱۱) امام علم و فن کے بعض مشاہیر تلامذہ: حیات و خدمات (سہ ماہی المختار کلیان ۲۰۱۳)
- (۱۲) آمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی تعلیمات (گجرات ٹوڈے بموقع عید میلاد النبی ﷺ ۲۰۱۳)

### سیمینار میں مشمولہ مقالات

- (۱۳) علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ کی روشنی میں (یوم مفتی اعظم اشریہ مبارک پور)
- (۱۴) ابوالعلی مودودی کے افکار و نظریات کا تحقیقی جائزہ (یوم مفتی اعظم اشریہ مبارک پور)
- (۱۵) شارح بخاری حیات و خدمات (شارح بخاری سیمینار اشریہ مبارک پور)
- (۱۶) سفر میں جمع بین الصلا تین کا شرعی حکم (فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف)
- (۱۷) حافظ کے نذرانہ کا شرعی حکم (فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف، مطبوعہ سہ ماہی ”المختار، کلیان)
- (۱۸) تین طلاق کا شرعی حکم (فقہی سیمینار بمقام خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)
- (۱۹) شاہراہ عام پر جمعہ وعیدین کا شرعی حکم (فقہی سیمینار بمقام خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)
- (۲۰) انٹرنیٹ سے نکاح کا حکم (فقہی سیمینار بمقام خیر النساء مسجد پٹنہ زیر اہتمام آل بہار علماء کونسل بہار)
- (۲۱) ڈی این اے کی شرعی حیثیت (فقہی سیمینار زیر اہتمام اشریہ مبارک پور بمبئی)
- (۲۲) مسئلہ کفایت عصر حاضر کے تناظر میں (فقہی سیمینار زیر اہتمام اشریہ مبارک پور)
- (۲۳) جینٹل ٹیسٹ کی شرعی حیثیت (۱۶ مئی ۲۰۱۳ء زیر اہتمام الجامعۃ الاشریہ مبارک پور بمقام علی گڑھ)
- (۲۴) چلتی ٹرین پر نماز کا شرعی حکم (۱۶ مئی ۲۰۱۳ء زیر اہتمام الجامعۃ الاشریہ مبارک پور بمقام علی گڑھ)
- (۲۵) دارالقضاء کے حدود و شرائط (۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۲ جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات)
- (۲۶) گجرات کے دارالافتاء میں اردو کارول (۱۳ جنوری ۲۰۱۳ء ایک روزہ قومی سیمینار زیر اہتمام لوک سن سیوا/ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی)
- (۲۷) قصر صلاۃ کے جدید مسائل اور مسافت سفر کی تحقیق (سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)

- (۲۸) مصنوعی زیورات کا شرعی حکم (سیمینا شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)
- (۲۹) کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم (سیمینا شرعی کونسل آف انڈیا بریلی ۲۰۱۳ء)
- (۳۰) بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم (۱۵/صفر ۱۴۳۵ھ زیر اہتمام جامعہ اشرفیہ مبارک پور)
- (۳۱) رشوت سے آلودہ ماحول میں حقوق العباد کی حفاظت: شرعی نقطہ نگاہ سے (ایضاً)
- (۳۲) ہلال رمضان کے لیے فون سے ثقہ کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ (ایضاً)
- (۳۳) اردو میں مرثیہ نویسی کی روایت (۲/فروری ۲۰۱۴ء ایک روزہ قومی سیمینار زیر اہتمام لوک سن سیوا/قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی)
- (۳۴) حضرت سرکار آسی علیہ الرحمہ والرضوان کی فقہی بصیرت (۱۰/مارچ بنارس)
- (۳۵) ملفوظات سرکار نمازی قرآن وحدیث کے حوالے سے (۲۴/مارچ مظفر پور)

### غیر مطبوعہ مقالات

- (۳۶) حرام اشیاء سے علاج کا شرعی حکم
- (۳۷) کیا فلکیاتی حساب شرعی حجت ہے؟
- (۳۸) شوہر کے حقوق
- (۳۹) عقائد اہل سنت و اعمال اہل سنت کا اجمالی تعارف
- (۴۰) مسجد نبوی سے منافقین کو نکالنے کا ثبوت؟ ایک تحقیقی مطالعہ
- (۴۱) ایمان و اسلام کے مقتضیات
- (۴۲) بانی ادارہ منہاج القرآن کی تحریر و تقریر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
- (۴۳) الامام احمد رضا و مؤثرہ العلمیہ (عربی)
- (۴۴) کیف ینال الانسان الفلاح؟ (عربی)
- (۴۵) اصطلاحات حج کی تعریف و تشریح
- (۴۶) حدیث نور محمدی ﷺ ایک مطالعہ
- (۴۷) من عرف نفسه فقد عرف ربه کی تحقیق
- (۴۸) مشائخ گجرات کی علمی، ادبی اور روحانی خدمات
- (۴۹) دعاء میں آمین کہنے کے اصول و آداب
- (۵۰) رزق حلال و رزق حرام قرآن کریم کی روشنی میں



# مآخذ و مراجع

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین / مؤلفین
۱	قرآن کریم	منزل من اللہ تعالیٰ علی نبیہ ﷺ
۲	کنز الایمان	امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی
۳	خزائن العرفان	صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرآد بادی
۴	تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی
۵	تفسیر بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی
۶	تفسیر معالم التنزیل	ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء
۷	تأویلات اہل السنہ لما تریدی	امام ابو منصور محمد بن محمود لما تریدی
۸	تفسیر درمنثور	امام جلال الدین سیوطی
۹	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری
۱۰	التحریر والتتویر	امام شیخ محمد طاہر ابن عاشور
۱۱	تفسیر ابی سعود	امام محمد بن محمد مصطفیٰ الحنفی
۱۲	تفسیرات احمدیہ	مفسر ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	تفسیر صاوی	علامہ شیخ احمد بن محمد الصاوی
۱۴	تفسیر المنار	الشیخ محمد رشید رضا
۱۵	جامع البیان	محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ الشیرازی الشافعی
۱۶	تفسیر مظہری	علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی
۱۷	روح البیان	علامہ شیخ اسماعیل حقی
۱۸	بخاری شریف	امام حافظ عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری
۱۹	مسلم شریف	امام ابو حسین مسلم بن حجاج
۲۰	ترمذی شریف	امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۲۱	ابوداؤد شریف	امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد حسبتانی
۲۲	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

۲۳	الدارقطنی	امام کبیر علی محمد بن عمر الدارقطنی
۲۴	المستدرک علی الحسین	امام حافظ ابو عبد اللہ بن النسا بوری
۲۵	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل
۲۶	مسند ابی داؤد طیالسی	سلیمان بن داؤد بن الجارود
۲۷	جامع صغیر	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البہقی
۲۸	شعب الایمان للبیہقی	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البہقی
۲۹	صحیح ابن حبان	امام ابو حاتم محمد بن حبان الخراسانی
۳۰	مصنف عبدالرزاق	امام حافظ ابو بکر عبدالرزاق صنعانی
۳۱	مصنف ابن ابی شیبہ	امام حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ
۳۲	البدرا المنیر	امام ابو حفص عمر بن محمد انصاری
۳۳	معرفۃ السنن والآثار للبیہقی	امام شیخ احمد بن حسین بن علی بیہقی
۳۴	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی المعینی الہندی
۳۵	سنن کبری للبیہقی	امام شیخ احمد بن حسین بن علی بیہقی
۳۶	سنن کبری للنسائی	امام ابو عبد الرحمن النسائی
۳۷	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن بکر بن سلیمان بیہقی
۳۸	المعجم الاوسط	امام حافظ ابو القاسم سلیمان طبرانی
۳۹	نوادرا الاصول	امام ابو عبد اللہ معروف حکیم ترمذی
۴۰	الترغیب والترہیب	امام زکی الدین عبد العظم منذری
۴۱	ریاض الصالحین	امام ابو زکریا تکی بن شرف الدین نووی
۴۲	فتح الباری	شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی
۴۳	ارشاد الساری	امام شہاب الدین ابو العباس القسطلانی
۴۴	اعلام السنن	امام حافظ ابو سلیمان احمد بن محمد الخطابی
۴۵	عمدة القاری	شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی
۴۶	شرح الطیبی	امام شرف الدین طیبی
۴۷	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	امام ملا علی قاری
۴۸	اشعة الممعات	عارف باللہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی

۴۹	کتاب الاذکار	امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی
۵۰	تہذیب التہذیب	امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی
۵۱	ہدایہ اولین	شیخ الاسلام شیخ برہان الدین مرغیان
۵۲	در مختار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی
۵۳	رد المحتار	خاتم المحققین محمد امین بن شہیر بابن عابدین
۵۴	فتاویٰ عالمگیری	علامہ شیخ نظام و جماعتہ من علماء الہند
۵۵	مجمع الانہر	امام عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان کلیولی
۵۶	بدائع الصنائع	امام علاء الدین ابوبکر بن سعود کاسانی حنفی
۵۷	فتح القدیر	امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بابن الہمام
۵۸	فتاویٰ قاضی خان	علامہ امام قاضی خان
۵۹	البحر الرائق	امام شیخ محمد بن حسین بن علی طیوری
۶۰	فتاویٰ الامام النووی	امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی
۶۱	المغنی لابن قدامہ	امام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ
۶۲	الشرح الكبير	امام شمس الدین عبدالرحمن بن محمد قدامہ
۶۳	فتاویٰ رضویہ	علیٰ حضرت امام احمد رضا قادری
۶۴	جد الممتار	علیٰ حضرت امام احمد رضا قادری
۶۵	فتاویٰ امجدیہ	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی
۶۶	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم
۶۷	شرح حموی	علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی
۶۸	فتح الرحموت	علامہ عبدالعلی بن نظام الدین انصاری ہندی
۶۹	المستصفی	امام ابو حامد بن محمد غزالی
۷۰	رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامی
۷۱	المسامرہ	علامہ کمال الدین محمد بن ابی بکر
۷۲	شرح عقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی
۷۳	شرح فقہ اکبر	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۷۴	شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی
۷۵	بہار شریعت	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی